COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

لاش سے ملاقات

اے حمید

قوس پبلی کیشنز
۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور۔۸

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قیمت : -/۵ روپے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

ناشر: مبارک انور - قوس پبلی کیشنز - لاہور
طابع: تاج دین پرنٹرز لاہور

پیارے بچو،

اب عنبر، ماریا اور ناگ کی واپسی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ آپ نے آخری بار عنبر، ماریا اور ناگ سے اس وقت ملاقات کی تھی جب یہ تینوں بہن بھائی اور مخلص دوست ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہے تھے — ماریا غائب ہو کر سمندر میں گم ہو گئی — ناگ پھر سے سانپ بن کر زمین کے اندر چلا گیا اور عنبر اپنے پیارے دوستوں کی یاد دل میں لیے کراچی شہر سے دور ایک ٹیلے کے پاس ویران کھنڈر میں آگیا — یہاں سے وہ ملکہ مصر کی لاش سے ہدایت لینے مصر کے پرانے اہرام میں جاتا ہے — کیونکہ وہ مصر کی ممی کی راہنمائی میں ہی واپسی کا پانچ ہزار برس کا سفر طے کر سکتا ہے۔ وہ کراچی سے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر قاہرہ پہنچتا ہے اور اہرام مصر میں جا کر اسے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ مصر کی لاش وہاں موجود نہیں ہے — اس کی لاش پیرس کے بڑے عجائب گھر میں ہے۔ عنبر قاہرہ سے پیرس کو روانہ ہوتا ہے۔ پیرس کے عجائب گھر میں وہ ملکہ مصر کے تابوت کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ ملکہ مصر کی لاش عنبر کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ دلی کے لال قلعے میں جائے — کیونکہ ان کا واپسی کا تاریخی سفر بہادر شاہ ظفر کے زمانے سے شروع ہوگا — عنبر واپس دلی آتا ہے اور یہاں عجیب و

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

غریب اور پراسرار حالات میں پھنس جاتا ہے۔ آخر وہ قید کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ایک روز جیل سے بھاگتا ہے اور بھاگتے بھاگتے سڑک پر گر پڑتا ہے اور جب اسے ہوش آتا ہے تو وہ بہادر شاہ ظفر کی دلی میں سانس لے رہا تھا اور دلی میں غدر پڑا ہوا تھا۔ انگریزی فوج شہر کی دیوار پر گولے برسا رہی تھی۔ عنبر اپنے ساتھ سائنسی زمانے کی یادگار کے طور پر ایک کیسٹ پلیئر، واٹر اور پستول بھی لے گیا ہے۔ مغل بادشاہ اور ملکہ کیسٹ پلیئر پر گانے سُن کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اس کے بعد عنبر کا طویل سنسنی خیز سفر شروع ہو گا اور بڑے ڈرامائی حالات میں اس کی ملاقات ناگ اور ماریا سے ہو گی۔ امید ہے کہ آپ اسے بھی عنبر کے پہلے سفر کی طرح دلچسپی سے پڑھیں گے اور پسند کریں گے۔

اے حمید

خالی تابوت

بارش، بجلی کی چمک اور تیز ٹھنڈی ہوا۔

بادلوں میں بجلی چمکتی تو گرج کی آواز سے پُرانے کھنڈر کی دیواریں اور چھت کانپ جاتی۔ عنبر اس ٹوٹی ہوئی پرانی تاریخی عمارت میں دو روز سے ٹھہرا ہوا تھا۔ اس عمارت کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ چھت محراب دار گول تھی۔ درمیان میں پتھر کا ایک چبوترہ تھا جس پر عنبر چپ چاپ لیٹا اپنے واپسی کے سفر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ماریا اور ناگ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جانے کے بعد وہ اتنی بڑی دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا۔ اب وہ واپس اپنے وطن مصر جا رہا تھا۔ پانچ ہزار سال گزرے کہ وہ ایک پراسرار شام کو اپنے وطن مصر کے دریائے نیل سے اپنے سنسنی خیز حیرت انگیز سفر پر نکلا تھا اور پھر رونگٹے کھڑے کر دینے والے حالات میں پھنس گیا اور اسے دعا یا بددعا دی گئی تھی کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کبھی نہیں مرے گا اور اس کے جسم پر تلوار یا گولی کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

پھر وہ زندہ رہا اور سفر کرتا چلا گیا۔ سلطنتیں بنیں اور مٹ گئیں۔ بادشاہ تخت پر بیٹھے اور مر گئے۔ حمورابی، فرعون، یونانی بادشاہ اور رومن حکمران آئے اور ختم ہوتے چلے گئے، لیکن عنبر زندہ رہا۔ موت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے قریب نہ آسکی۔ وہ اس سے دُور بھاگتی رہی۔ پھر اس کی ملاقات اپنی زندگی کے بہترین دوست اور بھائی ناگ سے ہوئی جو ایک سانپ تھا اور ایک ہزار سال تک زندہ رہنے کے بعد انسان کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس میں اتنی طاقت آگئی تھی کہ وہ جو شکل چاہے اختیار کر لیتا تھا۔ پرندہ بن کر اڑ سکتا تھا، درندہ بن کر دھاڑ سکتا تھا۔ ناگ اور عنبر نے مل کر تاریخ کے ایوانوں میں سفر شروع کیا۔ اور بڑی بڑی مہمیں سر کرتے، دل ہلا دینے والے واقعات اور مصیبتوں سے گزرتے آگے بڑھتے چلے گئے۔

پھر عنبر اور ناگ کو ان کی پیاری بہن ماریا مل گئی۔ ماریا جو ایک شہزادی تھی لیکن جسے مصر کی ایک زبردست جادوگرنی نے جادو کے زور سے غائب کر دیا تھا۔ وہ غائب تھی۔ کسی کو نظر نہیں آسکتی تھی مگر خود سب کو دیکھ سکتی تھی۔ تینوں مل کر اپنے سفر پر چل کھڑے ہوئے اور پانچ ہزار سال تک سفر کرتے رہے۔ آخر ایک روز وہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ ناگ پھر سے سانپ بن گیا۔ ماریا غائب ہوگئی۔ بچھڑتے وقت ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ماریا نے بھیگی پلکوں سے کہا تھا:

"عنبر بھائی، ہم نے ایک بے حد لمبا عرصہ ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر بسر کیا ہے۔ میں تم دونوں بھائیوں کو کبھی نہ بھلا سکوں گی۔"

ناگ بھی اداس تھا۔ اس نے عنبر کو گلے لگایا اور کہا:

"عنبر، ہم شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر کبھی زندگی میں ایسا ہوا کہ تمہیں میری ضرورت پڑی تو ہو سکتا ہے، میں زمین کے نیچے اپنی دنیا سے نکل کر تمہاری مدد کو آؤں۔"

اس کے بعد تینوں بہن بھائی ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئے۔ ان کا حیرت انگیز سفر ختم ہوگیا۔ ناگ سانپ بن کر ہمیشہ کے لیے زمین کے اندر چلا گیا۔ ماریا غائب ہوگئی اور عنبر دنیا میں اکیلا رہ گیا۔

اس وقت وہ کراچی شہر سے باہر ایک پرانی کھنڈر بنی عمارت میں اکیلا بیٹھا تھا۔ اس کے پاس پاکستانی کرنسی میں صرف پچاس روپے باقی رہ گئے تھے۔ اس کے پاس جتنے پیسے تھے اس نے کراچی سے قاہرہ تک کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ خرید لیا تھا۔ یہ ٹکٹ اس کی جیب میں تھا۔

تیز ٹھنڈی ہوا میں اسے سردی بالکل نہیں لگ رہی تھی۔ کیونکہ نہ اُسے سردی لگتی تھی اور نہ گرمی۔ وہ موسموں اور زندگی کی دوسری ضروریات کی قید سے آزاد تھا۔ پھر بھی لوگوں کو دکھانے کے لیے اس نے پتلون کوٹ پہن رکھا تھا۔ ایک مختصر سا بریف کیس تھا جس میں اس کا پاسپورٹ، ٹیکو کا سامان، دو قمیصیں، ایک پتلون اور چند ایک سادہ کاغذ اور قلم تھا۔ عنبر نے گھڑی دیکھی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ اس کا جہاز کراچی ایئرپورٹ سے ٹھیک تین بجے اُڑنے والا تھا۔ عنبر نے چلنے کی تیاری شروع کر دی۔ بارش اب بوندا باندی میں تبدیل ہوگئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک سڑک ہوائی اڈے کو جاتی تھی۔ عنبر کسی ہوٹل میں اس لیے نہیں ٹھہرا تھا کہ اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے اور چونکہ اسے نہ سردی لگتی تھی، نہ گرمی — اور نہ اسے کوئی سانپ یا کیڑا مکوڑا کاٹ کر نقصان پہنچا سکتا تھا، اس لیے وہ بڑا بے فکر ہو کر اس پرانے تاریخی کھنڈر میں ہی لیٹ گیا تھا۔

عنبر نے ہاتھ باہر نکال کر دیکھا، بوندا باندی ہو رہی تھی — بجلی چمکی تو دور سامنے رات کے اندھیرے میں سڑک کی گیلی لکیر دکھائی دی — وہ چاہتا تھا کہ اس کھنڈر سے نکل کر سڑک پر کھڑا ہو کر ٹیکسی کا انتظار کرے۔ کیونکہ اس سڑک پر سے کبھی کبھی کوئی ٹیکسی گزر جاتی تھی — عنبر نے بریف کیس اٹھایا — خدا کا نام لیا اور کھنڈر میں سے نکل کر سڑک کی جانب چل پڑا — بارش کی وجہ سے ریت گیلی ہو گئی تھی۔ خشک جھاڑیاں مینہ میں بھیگ رہی تھیں — عنبر سڑک پر آ کر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا اور ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا —

اس نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد گھڑی دیکھی — رات کے دو بج کر پندرہ منٹ ہو چکے تھے — جہاز کے اڑنے میں صرف پون گھنٹہ ہی باقی تھا۔ اُسے اب ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے تھا — مگر ٹیکسی یا کسی دوسری سواری کا دور دور تک نام و نشان تک نہ تھا — آخر دُور امید کی کرن دکھائی دی۔

کسی کار کی روشنیاں سڑک پر پڑ رہی تھیں اور بارش میں

بھیگتی سڑک چمک رہی تھی — عنبر نے سوچا وہ اس کار میں لفٹ لینے کی کوشش کرے گا اور اگر ٹیکسی ہوئی تو پھر اس پر سوار ہو کر ایئر پورٹ پہنچ جائے گا — کار قریب آ رہی تھی۔ عنبر نے دور ہی سے ہاتھ ہلا کر کار کو رکنے کا اشارہ کیا۔ کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔ ایک آدمی نے اگلی سیٹ سے باہر جھانک کر پوچھا: "کہاں جانا ہے؟"

اور پھر وہ پیچھے دیکھ کر مسکرایا۔ عنبر نے ایک ڈراؤنی مونچھوں والے ہٹے کٹے آدمی کو دیکھا جو پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

"کیا آپ مجھے ایئر پورٹ تک لفٹ دیں گے؟" "اندر آ جاؤ۔"

پچھلا دروازہ کھل گیا — عنبر ہٹے کٹے مونچھوں والے آدمی کے پاس جا کر بیٹھ گیا — کار آگے روانہ ہو گئی — وہاں سے ایئر پورٹ زیادہ دور نہیں تھا — زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کا راستہ تھا۔ عنبر نے محسوس کیا کہ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ایک پراسرار اشارہ اپنے ساتھی کو کیا — عنبر کے پاس بیٹھا ہوا خطرناک آدمی بولا "کہاں جاؤ گے بابو؟"

عنبر نے کہا "میں قاہرہ جا رہا ہوں۔"

"اور یہاں جنگل میں کیوں کھڑے تھے؟"

"اصل میں میری گاڑی خراب تھی۔ میں پیدل ہی ایئر پورٹ کی طرف چل پڑا — میرا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے — مگر بارش آ گئی —" اچانک گاڑی رک گئی — مونچھوں والے نے کہا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پھر خراب ہوگئی یہ کم بخت ؟"

اگلی سیٹ والے آدمی نے پیچھے مڑ کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہا : "بابو، تمہارے پاس جتنی رقم ہے، نکال کر یہاں رکھ دو اور اتر کر چپ چاپ واپس چلے جاؤ۔"

عنبر نے اگلے آدمی کے ہاتھ میں پستول دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ ڈاکو ہیں اور اسے لوٹنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ ان سے اُلجھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا :

"میرے بریف کیس میں میرا پاسپورٹ ہے اور پچاس روپے ہیں اور اس سے زیادہ میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں درخواست کروں گا کہ مجھے یہاں اتارنے کی بجائے ایئر پورٹ پہنچا دیا جائے۔"

اس پر ڈرائیور نے پستول عنبر کے سینے پر رکھ دیا۔

"بریف کیس ہمارے حوالے کرو۔ ہم تمہارا پاسپورٹ ہی چاہتے ہیں ہم اس پر کسی دوسرے کی فوٹو لگا کر اسے فروخت کریں گے۔"

عنبر نے ان کی بہت منت سماجت کی مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا — وہ عنبر کا مذاق اڑاتے رہے بلکہ مونچھوں والے نے تو عنبر کی گردن پر ایک مکا بھی مار دیا۔ مکا مارتے ہوئے اسے عنبر کی گردن کچھ سخت لگی لیکن اس نے کوئی خیال نہ کیا۔

عنبر نے کہا : "کیا آپ لوگ مجھے معاف نہیں کریں گے ؟"

مونچھوں والے نے عنبر کو ایک زوردار تھپڑ مار کر کہا :

"نکل جاؤ، گاڑی میں سے — نہیں تو گولی مار دیں گے۔"

اُس نے عنبر کا بریف کیس چھین کر باہر دھکا دے دیا۔ عنبر کھلے دروازے میں سے باہر گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی گاڑی کا انجن سٹارٹ ہوگیا — عنبر یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا پاسپورٹ چھین لیا جائے — اس کا قاہرہ پہنچنا بہت ضروری تھا۔ اب اس نے ان ڈاکوؤں کو مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

عنبر تیزی کے ساتھ زمین سے اٹھا اور کار کی کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اس نے دروازے کو زور سے اپنی طرف کھینچا — کار کا دروازہ الگ ہو کر سڑک پر گر پڑا — ڈرائیور نے جب یہ حال دیکھا تو سوچے سمجھے بغیر عنبر پر گولی چلا دی — گولی عنبر کے ماتھے پر لگی اور اس کے ماتھے سے ٹکرا کر کار کے اندر گر پڑی۔ نہ زخم ہوا نہ خون نکلا — غنڈے نے سوچا کہ وار خالی گیا ہے اور گولی عنبر کو نہیں لگی۔ اس نے ایک اور فائر کر دیا — یہ گولی عنبر کے سینے سے ٹکرا کر اس کے کوٹ کی جیب میں گر گئی۔

غنڈے نے مونچھوں والے کو حملہ کرنے کے لیے کہا۔

مونچھوں والے غنڈے نے جیب سے چاقو نکال کر کھولا اور عنبر پر وار کر دیا، لیکن چاقو عنبر کے چمڑے کے سخت پیٹ سے ٹکرا کر دوہرا ہوگیا۔ عنبر نے کہا :

"تم لوگ اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں قتل نہیں کروں گا، تمہاری سزا یہی ہے کہ گاڑی میرے حوالے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہی سمجھا کہ کوئی پاکستانی سیاح ہے اور اہرام مصر کی سیر کرنے کے لیے جا رہا ہے — ٹیکسی جب دریائے نیل کے پل پر سے گزر کر دوسری طرف صحرا میں پانچ ہزار برس پرانے شہر تھیبز کے کھنڈرات کے قریب سے گزری تو عنبر کا دل بُری طرح دھڑکنے لگا — یہ اس شہر کے کھنڈر تھے جہاں اُسے پہنچنا تھا — یہ اس کے وطن کے کھنڈر تھے — اس شہر میں وہ پانچ ہزار سال پہلے پیدا ہوا تھا — اسی شہر کی گلیوں اور دریائے نیل کے کنارے کھیل کود کر وہ پلا بڑھا تھا — اب یہ شہر کھنڈر بنا ہوا تھا — ٹوٹے پھوٹے گنبد تھے — چند ایک گرے ہوئے ستون تھے اور ریت پر بکھرے ہوئے پتھروں کے ٹکڑے تھے۔ اس کے اپنے وطن اور اس شہر میں زمین و آسمان کا فرق تھا —

ٹیکسی آگے نکل گئی — اب وہ صحرا میں سے گزر رہی تھی۔ دونوں طرف ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے اور دھوپ میں سخت تیزی تھی — گرمی کے مارے ڈرائیور کا بُرا حال ہو رہا تھا — مگر عنبر کو ذرا بھی گرمی نہیں لگ رہی تھی — اسے پسینہ بھی نہیں آ رہا تھا۔ وہ بڑے سکون سے بیٹھا اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا — دور سے اہرام مصر نظر آئے — عنبر کا دل خوشی سے اچھلنے لگا — ایک مدت کے بعد وہ اپنے وطن کی چیزیں دیکھ رہا تھا — یہ اہرام پانچ ہزار سال پرانے تھے اور ان میں مصر کے پرانے بادشاہ دفن تھے۔ یہ اہرام عنبر کی آنکھوں کے سامنے تعمیر ہونا شروع ہوئے تھے —

اس نے اپنی آنکھوں سے مصری، یونانی، یمنی اور عجمی مزدوروں کو جو غلام تھے بڑے بڑے ریڑھوں پر پتھر لاد کر اہراموں کی طرف لے جاتے دیکھا تھا — ہزاروں مزدور ان پتھروں میں دب کر عنبر کے سامنے ہلاک ہو گئے تھے۔

اور اب ان اہراموں کے کھنڈر اس کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ ٹوٹی دیواروں کے پتھروں میں جگہ جگہ خشک زرد گھاس اُگی ہوئی تھی اور کئی جگہوں سے پتھر اکھڑ چکے تھے — کبھی ان اہراموں میں فرعون کی لاشوں کے ساتھ بے بہا سونا چاندی اور ہیرے جواہرات دفن تھے — پھر لٹیروں اور سیاحوں نے یہ سب کچھ لوٹ لیا — اب صرف چند ایک پرانے مصری فرعونوں کی بے یارو مددگار لاشیں ہی پڑی تھیں — ان کا سارا سونا اور جواہرات لائے جا چکے تھے — کئی فرعونوں کی لاشیں لندن اور پیرس کے عجائب گھروں میں بے وطن ہو کر پڑی تھیں —

ٹیکسی جب ملکہ نفرتیتی کے اہرام کے پاس پہنچی تو عنبر نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر پڑا۔ اسے پیسے دیے اور واپس بھیج دیا — اب وہ اہرام کے سائے میں اکیلا رہ گیا تھا۔ اس نے اونچے اہرام کے چھوٹے سے سنگ دروازے کو دیکھا جس کے اندر ہلکا اندھیرا چھایا تھا اور ٹھنڈی ہوا باہر آ رہی تھی۔ عنبر اب مسلمان ہو چکا تھا اور خدا اور اس کے رسولؐ پر اس کا پکا ایمان تھا۔ اس نے خدا کا نام لیا اور اہرام کے اندر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

داخل ہوگیا۔ ٹھنڈے ٹھنڈے اندھیرے میں عجیب قسم کی پر اسرار سی بُو رچی ہوئی تھی۔ اس قسم کی بُو پرانی کرم خوردہ لائبریریوں میں سے آیا کرتی ہے۔

راستہ تنگ تھا اور کالی محراب دار چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ آگے جاکر عنبر بائیں جانب مڑ گیا، سامنے ایک کھلا نیچی چھت والا دالان سا آگیا جو ستونوں کے سہارے کھڑا تھا۔ دالان کے آگے دیوار میں ایک دروازہ تھا جس کے دونوں جانب مصری سپاہیوں اور غلاموں کی تصویریں کھدی ہوئی تھیں۔ دروازے کے اوپر ایک سانپ کنڈلی مارے بیٹھا دکھایا گیا تھا۔ یہ ملکہ نفرتیتی کے اہرام کا دروازہ تھا۔ اس کے اندر ملکہ کی ممی رکھی تھی۔ عنبر دروازے میں سے گزر کر اندر آگیا۔ تنگ کمرہ تھا۔ درمیان میں تابوت رکھا تھا جس میں ممی کی لاش نہیں تھی۔ عنبر دھک سے رہ گیا۔ یہاں تو ملکہ کی لاش ہی نہیں تھی۔ اب وہ کس سے رہنمائی حاصل کرے گا۔ ملکہ نفرتیتی ہی اس کے پانچ ہزار سال پرانے تاریخی سفر کے بارے میں مدد کر سکتی تھی۔

ملکہ کے خالی تابوت کے ارد گرد دیواروں پر نقش بنے تھے۔ عنبر نا امید ہو کر خالی تابوت کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے دوست ناگ اور بہن ماریا کو یاد کرنے لگا۔ اس وقت اگر وہ اس کے پاس ہوتے تو اس کی حوصلہ افزائی کرتے کیونکہ وہ ایک بار پھر بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا۔ ملکہ نفرتیتی اس کی امید

کا آخری سہارا تھا جس سے اُسے رہنمائی حاصل کرنے کی توقع تھی۔ کیونکہ وہ قدیم مصر کی پُراسرار اور بے حد طاقت والی ملکہ تھی اور جادوگری میں بھی اُسے کمال حاصل تھا۔ اب یہ سہارا بھی ڈوب چکا تھا۔

عنبر نے تابوت میں نگاہ ڈالی۔ کونے میں لکڑی کی ایک چھوٹی تختی پڑی تھی۔ اس پر قدیم مصری زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ یہ عنبر کی مادری زبان تھی۔ اس زبان کو وہ اسی روانی سے پڑھ سکتا تھا جس طرح ہم لوگ اپنی پیاری زبان اردو کو پڑھ لیتے ہیں۔ عنبر نے تختی اٹھا کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا:

"عنبر، یہ لوگ میری لاش کو پیرس لے جا رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں، ایک دن تم میرے مقبرے میں آؤ گے۔ تم میری مدد کے بغیر واپسی کا سفر طے نہیں کر سکتے۔ مجھ سے ملنے کے لیے پیرس کے عجائب گھر میں آؤ۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔

ملکہ نفرتیتی"

عنبر نے یہ تحریر پڑھی تو اس کے دل کو کچھ حوصلہ ہوا۔ تختی اس نے وہیں تابوت میں رکھی اور مقبرے سے باہر نکلنے لگا۔ تو اسے محسوس ہوا کہ تختی کے دوسری طرف بھی کچھ لکھا تھا۔ اس نے دوبارہ تختی اٹھا کر پڑھا۔ تختی کے دوسری طرف لکھا تھا:

"میرے تابوت کے درمیان لکڑی اکھاڑ کر دیکھو، تمہیں سفر کے لیے کافی رقم مل جائے گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لاش سے ملاقات

تابوت کی تہہ میں چوکور نشان بنا ہوا تھا۔

عنبر نے وہاں سے لکڑی کو اکھاڑ دیا۔ نیچے ایک چھوٹا سا خانہ تھا۔ جس میں سونے کی دس بارہ چوکور ڈلیاں پڑی تھیں۔ عنبر نے انہیں سمیٹ کر جیب میں رکھا اور دل ہی دل میں ملکہ نفریتی کا شکریہ ادا کرتا ہوا اہرام سے باہر آ گیا۔ باہر صحرا کی دھوپ خوب چمک رہی تھی ـــــ اگرچہ عنبر کو گرمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اُس کے سامنے اب یورپ کا سفر تھا۔ اسے پیرس پہنچ کر ملکہ نفریتی کی لاش سے اپنی واپسی کے سفر کے بارے میں ہدایات حاصل کرنا تھیں۔ عنبر ریت کے صحرا میں اس چھوٹی سی سڑک پر تنہا کھڑا تھا جو قاہرہ شہر کو جاتی تھی۔ یہاں سے کسی سواری کے ملنے کی امید فضول تھی۔ پاس ہی تھوڑے فاصلے پر ابوالہول کا بُت تھا، وہاں ایک چھوٹا سا چائے خانہ بھی تھا۔ سیاح یہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ عنبر کا خیال تھا کہ وہاں سے اُسے کوئی ٹیکسی وغیرہ مل جائے گی؛ چنانچہ وہ اہرام کے عقب سے ہو کر ابوالہول کے بُت کی طرف چل دیا۔

یہاں اُسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور بڑا باتونی تھا۔ قاہرہ تک وہ عنبر کا سر کھاتا آیا۔ قاہرہ پہنچ کر عنبر نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صرافہ بازار میں جا کر سونے کی ایک ڈلی فروخت کر کے ڈالر کی کرنسی میں رقم حاصل کی اور ریڈی میڈ کپڑے، اوور کوٹ، بوٹ اور دوسری ضروری چیزیں خریدیں۔ پھر وہ ایئر فرانس کے دفتر میں گیا۔ اور قاہرہ سے فرانس جانے والے جہاز پر اپنی سیٹ بک کرائی۔ ایئر پورٹ کے پاس ہی ایک ہوٹل میں اس نے رات گزارنے کے لیے ایک کمرہ کرائے پر لے لیا۔

آدھی رات تک وہ پیرس میں ملکہ نفریتی سے اپنی ملاقات کے بارے میں سوچتا رہا۔ پچھلے پہر جا کر اُسے نیند آ گئی۔ صبح اٹھ کر اس نے ناشتا کیا۔ اگرچہ وہ مصیبت کے وقت ایک برس بھی بغیر کچھ کھائے پیے گزار سکتا تھا لیکن عام حالات میں وہ ہر شے کھا پی لیتا تھا۔ نیا سوٹ اور اس کے اوپر چیک ہکا رین کوٹ پہن کر وہ ہوائی اڈے پہنچ گیا۔ پیرس جانے والا جہاز بالکل تیار کھڑا تھا۔ عنبر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ ٹھیک وقت پر جہاز فضا میں اڑ گیا اور اس نے بڑے سکون کے ساتھ پیرس کی طرف پرواز شروع کر دی۔

عنبر رات کافی دیر تک جاگتا رہا تھا، اسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ اس کی آنکھ کھلی تو ان کا جہاز ویانا کے ہوائی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اڈے پر اتر رہا تھا۔ یورپ عنبر کے لیے نیا نہیں تھا۔ اس سے پہلے وہ ماریا اور ناگ کے ساتھ یورپ میں بڑے معرکے سر کر چکا تھا۔ پیرس میں بھی وہ کئی مہینے رہا تھا۔ اس شہر کا چپا چپا اس کا دیکھا بھالا تھا۔ ویانا سے اڑ کر جہاز سیدھا پیرس جا کر رکا۔

پیرس میں بادل چھائے ہوئے تھے اور شام ہو رہی تھی۔ ہوائی اڈے سے نکل کر سب سے پہلے عنبر نے ایک ہوٹل میں جا کر کمرہ لیا۔ سفر کی تھکان دور کرنے کے لیے منہ ہاتھ دھو کر کافی کا ایک پیالہ پیا۔ پھر شہر میں گھوم پھر کر کچھ سیر کی۔ وہ اصل میں رات کے وقت عجائب گھر جا کر ملکہ نفریتی کی لاش سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عجائب گھر رات کے دس بجے تک کھلا رہتا ہے۔ رات کا کھانا اس نے ہوٹل میں کھایا۔ کچھ دیر تک ہوٹل کی لابی میں ٹہلتا رہا۔ پھر جب رات کے نو بج گئے تو وہ پیرس کے سب سے بڑے عجائب گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

عجائب گھر کے دروازے پر صرف ایک سیاح کھڑا ایک سائن بورڈ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عنبر عجائب گھر میں داخل ہو گیا۔ سب سے مشکل بات یہ تھی کہ وہ پہرے داروں کے ہوتے ہوئے ملکہ نفریتی کی لاش سے کیسے بات کر سکے گا؟ کیونکہ جہاں ملکہ مصر کی ممی کا تابوت پڑا تھا اس کمرے کے

دروازے پر پہرہ دار چلتا پھرتا رہتا تھا؛ بہر حال عنبر اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں ملکہ کا تابوت تھا۔ یہ تابوت دیوار کے ساتھ ایک چبوترے پر رکھا ہوا تھا۔ تابوت کے اوپر چوکور شیشہ تھا، جس میں سے ملکہ مصر نفریتی کا چہرہ گردن تک نظر آ رہا تھا۔

عنبر نے جھک کر ملکہ کا خوب صورت چہرہ دیکھا۔ اُسے عجیب سنسنی سی محسوس ہوئی۔ یہ اس کے اپنے دیس کی ملکہ تھی۔ کبھی اس کے حکم کے بغیر کوئی چڑیا بھی نہیں اڑتی تھی اور آج بے جان پتھر کی طرح تابوت کے اندر پڑی تھی۔ ملکہ مصر کی آنکھوں کے گرد سیاہ لکیریں ڈالی گئی تھیں اور ماتھے پر سانپ کی تصویر بنی تھی۔ یہ سانپ فرعونوں کا قومی نشان تھا۔ عنبر جب جھک کر ملکہ کو دیکھ رہا تھا تو اس نے محسوس کیا کہ ملکہ نے بڑی شفقت سے آنکھیں کھول کر عنبر کی طرف دیکھا اور ذرا سا مسکرائی۔ کوئی اور ہوتا تو وہیں غش کھا کر گر پڑتا۔ مگر چونکہ عنبر اس قسم کے واقعات کا خود ایک حصہ تھا، اس لیے اسے ذرا بھی ڈر محسوس نہ ہوا۔

ملکہ نفریتی نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور وہ پھر ایک لاش کی طرح نظر آنے لگی۔ عنبر گہری سوچوں میں گم ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ وہ ملکہ سے کس طرح بات کرے؟ سامنے دروازے میں پہرے دار گارڈ ٹہل رہا تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد آنکھ اٹھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کر اندر دیکھ لیتا تھا — عنبر کو ایک بات کی تسلی ہوگئی تھی کہ کم از کم ملکہ مصر کو اس کے آنے کی خبر تو ہوگئی ہے۔ شاید اب وہ خود اس سے بات کرنے کی کوشش کرے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا — عنبر کو معلوم تھا کہ ٹھیک دس بجے گارڈ کمرے کا دروازہ بند کر دے گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جو بات بھی کرنی تھی اُسے دس بجے سے پہلے پہلے کر دینی چاہیے تھی اور دس بجنے میں صرف دس منٹ باقی تھے۔

عنبر ایک بار پھر تابوت کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا — ملکہ کا خوب صورت بنا سنورا چہرہ لاش کی طرح بے حس اور خاموش تھا۔ وہ کچھ پریشان سا ہوا کہ آخر ملکہ مصر اس کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی؟ اس سوچ بچار میں دس بج گئے اور گارڈ نے کمرے میں سے سیاحوں کو باہر نکالنا شروع کر دیا۔ عنبر پریشان ہوگیا، وہ باہر نہیں جانا چاہتا تھا لیکن مجبوراً اُسے باہر جانا پڑ رہا تھا۔ تابوت میں لاش خاموش تھی — اتنے میں گارڈ نے عنبر کے پاس آ کر کہا کہ وقت ہوگیا ہے اُسے باہر جانا چاہیے۔ عنبر ایک لمحے کے لیے تو ٹکٹکی باندھے گارڈ کے چہرے کو تکتا رہا۔ چونک کر بولا:

"جی ہاں، جی ہاں — ضرور ضرور۔"

اور وہ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے تابوت میں ایک بار پھر جھانکا — ملکہ مصر نے آنکھیں کھول کر عنبر کو دیکھا اور جیسے آنکھوں

ہی آنکھوں میں کہا:

"آدھی رات کو آنا۔"

عنبر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے اپنے کانوں میں ملکہ مصر کی آواز سنی تھی — وہ پانچ ہزار سال پرانی مصری زبان میں کہہ رہی تھی:

"آدھی رات کو آنا۔"

عنبر کمرے سے باہر آگیا — عجائب گھر کے دروازے بند کیے جا رہے تھے — سڑک پر آ کر عنبر نے سوچا کہ وہ کسی چائے خانے میں بیٹھ کر دو گھنٹے گزار دے اور پھر ٹھیک رات کے بارہ بجے عجائب گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ یہ ایک نازک مرحلہ تھا — کیونکہ عجائب گھر میں رات کے وقت کوئی انسان داخل نہ ہو سکتا تھا۔ اندر ایسا زبردست خود کار الارم سسٹم تھا کہ انسان کے جسم کی لہروں سے الارم بج اٹھتا تھا۔

لیکن عنبر کو ہر حال میں آدھی رات کے وقت ملکہ مصر سے ملاقات کرنا تھی۔ یہ اس کی زندگی اور شاید موت کا سوال تھا۔ وہ پانچ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا تھا — اور ویسے کا ویسا ہی نوجوان تھا۔ بڑھاپا ہوا تھا اور نہ موت اس سے ملاقات کرنے آتی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ جب وہ پانچ ہزار سال کے سفر کو طے کر کے واپس اپنے پرانے وطن مصر جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سکون کی نیند سو جائے اور اس کی زندگی کی سنسنی خیز کتاب بند

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو جائے — اس کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات الف لیلیٰ کے واقعات سے کم دلچسپ اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے نہیں تھے — لیکن ابھی اسے اس سے بھی زیادہ بھیانک اور حیرت ناک واقعات کا سامنا کرنا تھا۔ یہ بات اسے خود بھی معلوم نہیں تھی —

عنبر عجائب گھر کے قریب ہی ایک چائے خانے میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے چائے منگوائی اور اس کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتا غور کرنے لگا کہ عجائب گھر میں داخل ہونے کی کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔ اس عمارت سے وہ اچھی طرح واقف تھا اور کئی بار یہاں آ چکا تھا۔ عمارت کی چھت پر ایک روشندان تھا، جس کے چاروں جانب شیشے لگے تھے۔ اگر کسی طرح وہ چھت پر پہنچ جائے تو اس روشندان میں سے نیچے اترنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ عنبر کو یہی ترکیب پسند آئی۔ اس طرح سے وہ عجائب گھر کے دروازوں سے گزرنے اور الارم کے بج اٹھنے کے خطرے سے محفوظ رہ سکتا تھا — عنبر نے گھڑی دیکھی ابھی گیارہ ہی بجے تھے۔

وہ چائے خانے سے نکل آیا اور پیرس کی خوب صورت مگر دھند میں ڈوبی ہوئی سڑکوں پر چہل قدمی کرنے لگا — ان سڑکوں پر راتوں کو ڈاکے کا بڑا خطرہ ہوتا ہے — اگرچہ عنبر کو کوئی بھی ڈاکو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا، پھر بھی اس نے سونے کی ڈلیاں ہوٹل کے کمرے میں رکھ چھوڑی تھیں — جب پیرس کے ایک گھڑیال

نے ٹھیک رات کے بارہ بجنے کا اعلان کیا تو عنبر کے قدم خود بخود عجائب گھر کی عمارت کی طرف اٹھتے چلے گئے۔

عجائب گھر کی عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ صرف کہیں کہیں دھیمی دھیمی روشنی ہو رہی تھی — گیٹ پر دھندلی روشنی میں گارڈز پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر عمارت کے پیچھے کی جانب آ گیا۔ یہاں لوہے کی سیڑھی تھی جو دیوار کے ساتھ ساتھ عمارت کی چھت تک چلی گئی تھی — عنبر نے سیڑھی کے پاس کھڑے ہو کر دیکھا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔ رات بڑی گہری تھی اور شدید سردی اور دھند کی وجہ سے سڑکیں سنسان پڑی تھیں — عنبر نے خدا کا نام لیا اور سیڑھی پر قدم رکھ کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

وہ بڑے اطمینان کے ساتھ چھت پر پہنچ گیا۔ اُسے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا — چھت سڑک سے زیادہ سنسان تھی اور اس کا فرش سردی میں سکڑا ہوا محسوس ہوتا تھا — عنبر کو ایک پل کے لیے بھی سردی نہیں لگ رہی تھی، پھر بھی اس نے اوور کوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے کالر اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ چھت کے درمیان میں بنے ہوئے گول روشندان کے پاس آ گیا، جس کی چھت ڈھلانی تھی اور چاروں طرف شیشے لگے تھے۔ عنبر نے جھک کر شیشے میں سے نیچے دیکھا۔ ہال کمرہ خالی تھا اور دیوار کے ساتھ ایک جانب دھیما سا بلب جل رہا تھا — شوکیسوں میں قیمتی تاریخی چیزیں پڑی تھیں — عنبر نے کوٹ کی جیب سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نائیلون کی پتلی رسی اور شیشے کاٹنے والا کٹر نکالا — یہ چیزیں وہ ہوٹل سے لے کر چلا تھا — اسے شبہ تھا کہ شاید ان کی ضرورت پڑ جائے۔

کٹر کی مدد سے عنبر نے شیشے پر ایک چوکور نشان بنایا اور انگلی کی ہلکی سی ٹھوکر سے شیشہ الگ ہو گیا۔ شیشہ چھت پر ایک طرف رکھ کر عنبر نے نائیلون کی رسی روشندان کے لوہے کے جنگلے کے ساتھ باندھ کر نیچے پھینک دی۔ اب اسے اس رسی کے ذریعے نیچے اترنا تھا — یہ کام مشکل بھی تھا اور آسان بھی۔ مشکل اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ نیچے پہنچ کر جب وہ فرش پر پاؤں رکھے تو الارم یکایک چیخ اٹھے اور گارڈز اندر آ جائیں — اس طرح وہ ملکہ مصر سے کوئی بات نہ کر سکے گا اور اس کا مقصد ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اس کے سوائے کوئی چارہ بھی نہیں تھا کہ وہ رسی کے ذریعے نیچے اتر جائے — پس عنبر نے خدا کا نام لیا اور رسی کو پکڑ کر نیچے لٹک گیا — رسی بے حد مضبوط تھی اور اگر ٹوٹ بھی جاتی تو عنبر کو فرش پر گرنے سے کوئی چوٹ نہیں آ سکتی تھی، فرش ہی ٹوٹ سکتا تھا۔ مگر وہ اس دھماکے سے بچنا چاہتا تھا جو اس کے فرش پر گرنے سے پیدا ہوتا — عنبر آہستہ آہستہ نیچے میں اترنا شروع ہوا — چھت کافی بلند تھی — چنانچہ عنبر کو فرش تک پہنچنے میں دس پندرہ منٹ لگ گئے۔ اب وہ زمین پر پاؤں

رکھتے ہوئے گھبرا رہا تھا کہ کہیں ایک دم سے عجائب گھر کے خطرے کے الارم نہ شور مچا دیں مگر قدم تو اسے ہر حالت میں فرش پر رکھنا تھے —

عنبر نے ایک بار پھر خدا کو یاد کیا — اس کے حضور کامیابی اور مدد کی دعا مانگی اور آنکھیں بند کر کے دایاں پاؤں بڑے آرام کے ساتھ فرش پر رکھ دیا۔ کوئی الارم نہ بجا — عنبر نے دوسرا پیر بھی فرش پر رکھ دیا — نائیلون کی رسی کو اس نے اسی طرح لٹکتے رہنے دیا اور ہال کمرے کے بغلی دروازے سے نکل کر اس جگہ آ گیا جہاں سامنے تابوت والے کمرے کا دروازہ تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ دروازہ بند تھا — اب اس دروازے کے کھلنے سے خطرے کی گھنٹی بج سکتی تھی۔ عنبر کچھ دیر خاموش کھڑا سوچتا رہا، کہ اُسے کس طریقے سے دروازہ کھولنا چاہیے کہ اگر الارم اس دروازے کے ساتھ بندھا ہوا ہے تو وہ خاموش رہے اور بالکل نہ بولے۔

یہ کام تو کوئی جادوگر ہی کر سکتا تھا — عنبر کو اس وقت اپنا پیارا دوست، بھائی اور ساتھی بہت یاد آیا — اگر وہ ہوتا تو وہ سانپ بن کر کمرے کے دروازے کو کھول سکتا تھا — اگر اس کی بہن اور ساتھی لڑکی ہوتی تو وہ غائب ہو کر بڑے آرام سے اندر جا سکتی تھی — عنبر نے سوچا کہ شاید انھیں ایک بار پھر بلانا پڑے — اب تو اسے یہ کام اکیلے ہی کرنا تھا۔ وہ دیوار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ساتھ لگا قدم قدم دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر وہ رک گیا — اب دروازے کو اس نے آہستہ سے کھولا — دروازہ کھل گیا اور کوئی الارم نہ بجا — عنبر خوش ہوا کہ سب کام ٹھیک ٹھاک طریقے سے ہو گیا تھا، لیکن یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔ کیونکہ جب اس نے ملکہ نفریتی کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا تو ایک خفیہ الارم نے چیخ کر وہاں سے دُور گارڈ کو خبردار کر دیا تھا۔

عنبر دروازہ بند کر کے کمرے میں تابوت کے پاس آ گیا۔ اس نے جھک کر ملکہ کو دیکھا اور پانچ ہزار سال پرانی مصری زبان میں کہا —

"ملکہ نفریتی، خدا تمہیں جنت میں خوش رکھے — میں تمہارے حکم کے مطابق آدھی رات کو آ گیا ہوں، اب میری رہنمائی کرو۔"

ملکہ نفریتی نے آنکھیں کھول کر عنبر کی طرف دیکھا اور ایک ہاتھ اٹھا کر انگلی سے تابوت کی چھت پر ایک لکیر ڈالی جس کے ساتھ ہی تابوت کا ڈھکنا آرام سے اوپر اٹھ گیا اور ملکہ نفریتی تابوت میں اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ عنبر نے دیکھا کہ وہ عظیم ملکہ مصر لگ رہی تھی۔ اس کے سر پر سونے کا تاج تھا۔ گلے میں ہیرے موتی جڑا سونے کا سانپ تھا اور بالوں کی جگہ سونے کی لڑیاں شانوں پر بکھری ہوئی تھیں — پلکیں سیاہ کمانوں کی طرح کھنچی ہوئی تھیں — اس کا چہرہ ضرور زرد اور موت کی

طرح بے جان اور ساکت تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے تھے اور عنبر کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ عنبر نے ادب سے تعظیم کی اور کہا:

"اے عظیم ملکہ، میری رہنمائی کرو — تم جانتی ہو کہ میں پانچ ہزار سال گزرے، دریائے نیل کے کنارے اپنے گاؤں سے ایک رات نکلا تھا اور اس کے بعد آج تک اپنے گاؤں واپس نہیں جا سکا — اب میرا واپسی کا سفر شروع ہو رہا ہے۔ میں ایک بار پھر اپنے پیارے وطن اپنے پرانے زمانے میں واپس جانا چاہتا ہوں، میری مدد کرو۔"

ملکہ مصر نے سرگوشی ایسی آواز میں اپنے نازک ہونٹوں کو ذرا سی جنبش دے کر کہا:

"عنبر، میں تمہاری زندگی کی ساری کہانی جانتی ہوں — مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم اپنے گھر سے بچھڑے پانچ ہزار سال گزر چکے ہیں اور تم اب واپس جانا چاہتے ہو — لیکن میرے بچے یاد رکھو — تم ایک دم سے ایک ہی چھلانگ لگا کر پانچ ہزار سالوں کی مدت کو نہیں پھلانگ سکتے۔"

عنبر کے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا ہوئے — اس نے پوچھا:

"تو کیا میں ایک دم واپس اپنے قدیم زمانے میں نہیں پہنچ سکوں گا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ملکہ نفرتیتی نے کہا:

"نہیں، دنیا میں ایسا کوئی جادو نہیں ہے جس کے زور سے تم چھلانگ لگا کر پانچ ہزار سالوں کے فاصلے کو طے کر سکو۔"

"تو پھر مجھے کیا کرنا ہوگا عظیم ملکہ؟"

"تمہیں اسی طرح تاریخ کے ساتھ ساتھ واپسی کا سفر طے کرنا ہوگا جس طرح تم اس کے ساتھ ساتھ سفر کرتے اس زمانے تک پہنچے ہو۔"

عنبر نے اپنا سر تھام لیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے ایک بار پھر پانچ ہزار سال گذار کر واپس جانا ہوگا۔"

"ہاں، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ تمہیں پانچ ہزار سالوں کے ساتھ سفر کر کے واپس اپنے پرانے زمانے میں جانا ہوگا۔"

عنبر گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک لمبا سفر منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ملکہ مصر سے پوچھا:

"مجھے واپسی کا یہ طویل سفر کہاں سے شروع کرنا ہوگا؟"

ملکہ مصر نے کہا:

"تمہیں واپسی کا یہ سفر مغل عہد کے زوال سے شروع کرنا ہوگا۔ تم یہاں سے سیدھا ہندوستان کے شہر دلی جاؤ۔ تمہارے سفر کی پہلی منزل، تمہارے سفر کی پہلی سیڑھی وہاں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ جب تم وہاں جاؤ گے تو غدر ہو رہا ہوگا۔ یعنی تم دلی پہنچ کر سن ۱۸۵۷ء میں داخل ہو جاؤ گے۔ پھر وہاں سے اٹھارویں اور پھر سترھویں صدی کی طرف واپس سفر شروع کرو گے۔"

عنبر نے گہرا سانس بھر کر پوچھا:

"عظیم ملکہ، اگر میری قسمت میں ایک بار پھر تاریخ کے صحراؤں، جنگلوں اور ویرانوں کی خاک چھاننا لکھی ہے تو میں اسے قبول کرتا ہوں۔ میرا سفر خطرناک بھی ہے اور مصیبتوں سے بھرا ہوا بھی۔ لیکن تم اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتی ہو۔ کیونکہ میں ناگ اور ماریا سے بھی جدا ہو چکا ہوں۔"

ملکہ مصر نے کہا:

"گھبراؤ نہیں، ایک وقت آئے گا کہ ناگ اور ماریا اس سفر میں تمہارے ساتھ آن شامل ہوں گے۔ کیونکہ وہ بھی تمہارے بغیر اداس ہیں۔ ناگ زمین کے اندر اداس ہے اور ماریا سمندروں میں پریشان ہے۔ تم تینوں دوست اور بہن بھائی وقت آنے پر ایک دوسرے سے مل جاؤ گے اور ایک بار پھر اکٹھے مل کر واپسی کا سفر کرو گے اور اس مقام پر پہنچ کر جدا ہو جاؤ گے جہاں سے پانچ ہزار سال پہلے تم لوگوں نے اپنے سفر کو شروع کیا تھا۔"

اس خبر سے عنبر بڑا خوش ہوا کہ اب اس کا سفر اکیلے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں کٹے گا۔ ملکہ کسی نہ کسی مقام پر ناگ اور ماریا بھی اس کے ساتھ آن شامل ہوں گے، وہ ملکہ نفریتی سے کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا کہ ملکہ نے اپنے آپ کہا:

"تم اس وقت ۱۹۸۰ء میں زندہ ہو۔ تم نے تاریخ میں پیچھے کو سفر کرنا ہے۔ یہ ٹیلی ویژن، راکٹ، وائرلیس اور کمپیوٹر کا زمانہ ہے۔ تم تاریخ کے جس زمانے میں جا رہے ہو، وہاں یہ چیزیں نہیں ہوں گی۔ وہاں صرف تلواریں اور تیر کمان ہوں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ واپس جاتے ہوئے تم اپنے ساتھ آج کے سائنسی دور کی کچھ چیزیں لیتے جانا۔ یہ چیزیں تمہیں پرانے بادشاہوں اور بحری ڈاکوؤں اور آدم خور وحشیوں سے دوستی کرنے میں اور ان سے بچنے میں بڑی مدد دیں گی۔ اگرچہ موت تمہیں ابھی ہاتھ نہیں لگا سکتی، لیکن پھر بھی یہ چیزیں اپنے ساتھ رکھنا۔ اور ہاں میرے بائیں بازو کے ساتھ ایک چھوٹا سا تعویذ بندھا ہے۔ اس تعویذ کو کھول کر اپنے بازو پر باندھ لو۔ یہ تعویذ تمہیں مصیبت کے وقت ہوا میں اڑنے میں مدد دے گا۔ جلدی کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

عنبر نے ملکہ نفریتی کے بائیں بازو سے چھوٹا سا تعویذ اتار کر اپنے بازو کے ساتھ باندھ لیا۔ ملکہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور دو سپاہی مشین گنیں تانے عنبر کی طرف بڑھے:

"خبردار! اپنی جگہ سے مت ہلنا۔"

کہنے کو تو سپاہیوں نے کہہ دیا تھا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ایک سوٹ بوٹ والا نوجوان تابوت کے پاس بیٹھا ہے اور تابوت میں ملکہ مصر کی لاش بیٹھی اس سے باتیں کر رہی ہے تو ایک بار تو وہ دہشت زدہ ہو کر اپنی جگہ پر پتھر بن کر رہ گئے۔ ملکہ مصر اسی وقت اپنے تابوت میں لیٹ گئی اور تابوت کا ڈھکنا اس کے اوپر آ گیا۔ ملکہ مصر دوبارہ لاش بن چکی تھی۔

سپاہی آگے بڑھے۔ انہوں نے عنبر کو گرفتار کر لیا۔ پھر ایک سپاہی نے جھک کر ملکہ مصر کے تابوت کو دیکھا اور آنکھیں ملتا ہوا اپنے ساتھی سے فرانسیسی زبان میں بولا:

"میرا خیال ہے یہ ہمارا وہم تھا۔ ملکہ مصر تو مردہ پڑی ہے اپنے تابوت میں۔"

دوسرے سپاہی نے کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو، ہمارا وہم تھا یہ۔"

اور پھر وہ عنبر کو آگے لگا کر باہر لے آئے۔ باہر پولیس کی ویگن کھڑی تھی۔ انہوں نے عنبر کو ویگن میں سوار کرایا اور سیدھے پولیس سٹیشن پہنچ گئے۔ عنبر کو حوالات میں بند کر دیا۔ عنبر کو کسی قسم کا فکر نہیں تھا۔ ملکہ نفریتی سے اس نے ہدایات حاصل کر لی تھیں۔ اس نے باقی رات اطمینان سے کوٹھری کے کونے پر بچھے ہوئے پرانے گدے پر سو کر گزار دی۔ دوسرے روز عنبر کو صاف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں پیش کیا گیا۔ عنبر نے بتایا کہ وہ قاہرہ کا رہنے والا ہے اور تاریخ کا طالب علم ہے اور مصر کی تاریخ پر ڈاکٹریٹ کے لیے مضمون لکھ رہا ہوں۔ جس کی ریسرچ کے لیے وہ عجائب گھر میں گیا تھا اور وہاں اسے زیادہ دیر ہو گئی۔

عدالت کے جج نے پوچھا: "یہ بات کہاں تک صحیح ہے کہ تم ملکہ مصر سے باتیں کر رہے تھے؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا: "مائی لارڈ، کیا کبھی کسی شخص نے کسی لاش سے بھی باتیں کی ہیں؟"

عدالت میں بیٹھے ہوئے لوگ اور جیوری کے ارکان بھی ہنسنے لگے۔ عدالت نے عنبر کو پانچ سو روپے کے قریب جرمانہ کر دیا جسے عنبر نے اسی وقت ادا کر دیا اور وہاں سے سیدھا اپنے ہوٹل آ گیا۔ ہوٹل میں آتے ہی اس نے ایئر فرانس کے دفتر فون کر کے ایک جہاز میں دلی کے لیے اپنی سیٹ بک کروا لی۔ عنبر وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جلدی سے دلی پہنچ کر اپنا واپسی کا سفر شروع کرنا چاہتا تھا۔ ملکہ مصر نے کہا تھا کہ جب وہ دلی جائے گا تو غدر کا زمانہ ہوگا اور وہ ۱۸۵۷ء کے سن میں پہنچ جائے گا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ دلی ایئر پورٹ پر اترنے کے بعد وہ اچانک کس طرح سے سو سال پیچھے چلا جائے گا۔

دوسرے روز رات کی پرواز میں وہ ایئر فرانس کے جہاز میں بیٹھ کر دلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

اشوکا ہوٹل کا بھوت

عنبر نے سونے کی ڈلیاں اپنے پاس رکھ لی تھیں۔

اسے معلوم تھا کہ جس طویل سفر پر وہ روانہ ہونے والا ہے اس میں سونے کی ڈلیاں کچھ دور تک ضرور اس کے کام آئیں گی۔ اس کے بعد معاملہ اس نے اللہ کے سپرد کر دیا تھا۔ جہاز جس وقت دلی کے ہوائی اڈے پر پہنچا اس وقت سورج نکل چکا تھا اور دلی شہر دھوپ میں چمک رہا تھا۔ ابھی تک یہ ۱۹۸۰ء کا ہی کا زمانہ تھا۔ غدر کے زمانے کے فسادات اور افراتفری اور ۱۸۵۷ء عیسوی کے آثار اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ابھی تک دلی کا پارلیمنٹ ہاؤس، گیٹ آف انڈیا اور آل انڈیا ریڈیو کی عمارت اپنی جگہ پر اسی طرح قائم تھی۔ عنبر نے سوچا کہ کیسی عجیب بات ہے کہ کچھ ہی وقت کے بعد یہ ساری چیزیں ختم ہو جائیں گی آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں گی اور وہ ایک دم سے ایک سو سال پیچھے چلا جائے گا۔ پھر نہ یہ پارلیمنٹ ہاؤس ہوگا نہ گیٹ آف انڈیا کی اونچی عمارت ہوگی، نہ سڑکوں پر موٹر کاریں چل رہی ہوں گی اور نہ دلی کا ہوائی اڈا ہوگا۔ دلی ایک دم سے پرانا شہر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بن جائے گا۔ جس کے گرد پکی سڑک ہوگی اور شہر کی فصیل پر انگریزوں کی پرانی طرز کی توپیں گولے چلا رہی ہوں گی۔ قلعے کے اندر آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر تخت پر پریشان حال بیٹھا گولوں کے دھماکے سن رہا ہوگا اور دربار میں انگریزوں کے جاسوس سازشیں کر رہے ہوں گے۔ عنبر ایئرپورٹ سے نکل کر باہر سڑک پر آ گیا۔

ملکہ مصر کی پیش گوئی کب اور کس جگہ سے سچی ثابت ہونے والی تھی۔ اس کی عنبر کو کچھ خبر نہیں تھی۔ اس نے دو ایک بار آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھول کر دیکھا کہ شاید زمانہ بدل چکا ہو، اور وہ سو سال پیچھے چلا گیا ہو، مگر وہ ابھی تک ۲۰۰۰ء میں ہی سانس لے رہا تھا۔ دلی شہر پہلے سے بہت زیادہ ترقی کر چکا تھا۔ کشادہ سڑکوں پر موٹر کاریں دوڑی جا رہی تھیں۔ عنبر کے بریف کیس میں کم از کم دو لاکھ روپے کا سونا تھا جسے وہ ہوائی اڈے والوں کی آنکھوں سے چھپا کر لے آیا تھا۔ اس کی جیب میں انڈین کرنسی کی شکل میں دس ہزار روپیہ موجود تھا۔ سو سال پیچھے جانے سے پہلے عنبر ان روپوں کو خرچ کر دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ ۱۸۵۷ء میں جانے کے بعد یہ روپے بے کار تھے اور کاغذ کے پرزوں کے سوا ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ سکتی تھی۔ عنبر نے ایک ٹیکسی والے کو روکا اور شہر کے سب سے اعلیٰ ہوٹل "اشوکا" آ گیا۔ یہاں اس نے ایک کمرہ کرائے پر لے لیا۔ بریف کیس

میں سے سونے کی ڈلیاں نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیں کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جب ایک دم سے تاریخ کا زمانہ بدلے تو اس کے ساتھ ہی بریف کیس بھی سونے کی ڈلیاں لے کر غائب ہو جائے۔ کیونکہ پھر ہر ایک شے کو غائب ہو جانا تھا۔

ملکہ مصر کی ہدایت کے مطابق عنبر نے ایک مارکیٹ میں جا کر اپنے واپسی کے سفر کے لیے چند ایک ضروری چیزیں خریدیں۔ اس نے جو چیزیں خریدیں۔ وہ یہ تھیں۔ ایک پتھر کا سگریٹ لائٹر ایک پستول اور گولیوں کا ایک بڑا پیکٹ۔ اس کے پاس مصر میں بنوایا ہوا اسلحے کا لائسنس موجود تھا۔ بیٹری کا ایک کیسٹ پلیئر اور ایک درجن گانوں کے کیسٹ۔ ان میں جانوروں اور بموں کے دھماکوں کی آوازیں بھی تھیں۔ اس نے بیٹری کے اتنے فالتو سیل بھی ساتھ خرید لیے جو دیر تک اس کے کام آ سکتے تھے۔ عنبر ایک وی سی آر اور کچھ انگریزی اور اردو فلمیں بھی خریدنا چاہتا تھا لیکن سوال یہ تھا کہ وہ اتنے بھاری وی سی آر کو سو سال پیچھے کے زمانے میں کیسے لے جا سکتا تھا۔ کیونکہ جب زمانے کو بدلنا تھا۔ تو وہی شے اس کے ساتھ سو سال پیچھے جا سکتی تھی جو اس کے ہاتھ میں ہو اور وی سی آر جیسی بھاری شے کو وہ ہر وقت اپنے ہاتھ میں اٹھائے اٹھائے پھر سکتا تھا۔ پستول، کیسٹ اور کیسٹ پلیئر کو تو وہ اپنے ہاتھ میں اٹھائے رکھ سکتا تھا۔

عنبر نے ایک کیلکولیٹر بھی خریدا جس پر نقشوں کے ہندسوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو جمع تفریق کیا جا سکتا تھا — ان چیزوں سے وہ پرانے زمانے کے غیر ترقی یافتہ لوگوں اور بادشاہوں اور ان کی ملکاؤں کو حیران بھی کرنا چاہتا تھا اور یہ بھی ثبوت کے طور پر دکھانا چاہتا تھا۔ کہ وہ اگلے زمانے سے ہو کر واپس آ رہا ہے؛ وگرنہ اس کی باتوں پر کسی نے اعتبار نہیں کرنا تھا — اگر وہ کہتا کہ وہ ایسے زمانے سے ہو کر واپس آ رہا ہے جہاں لوگ کیسٹ پلیئر پر گانے سنتے ہیں اور ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں تو بھلا کون اعتبار کر سکتا تھا — خریدنے کو تو ہزاروں چیزیں تھیں مگر عنبر زیادہ سامان اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا — بس یہی تین چار چیزیں خرید کر وہ واپس ہوٹل آ گیا۔

اس روز جمعے کا دن تھا — عنبر جمعہ پڑھنے دلی کی عظیم الشان بادشاہی مسجد کی طرف چل پڑا — ٹیکسی سے اتر کر وہ مسجد کی سیڑھیاں چڑھ کر اندر آیا — اس نے وضو کیا — مسلمان نمازیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی — اس کے بعد تمام مسلمانوں کے لیے اور اپنے سفر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی — اس کے قریب ہی ایک ادھیڑ عمر کا مسلمان بڑی عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے اپنی بچیوں کی شادی خانہ آبادی کی دعا مانگ رہا تھا — اس کی آنکھوں میں آنسو تھے —

عنبر کے دل پر اس شریف آدمی کی آہ وزاری کا بے حد اثر ہوا — جب وہ دعا مانگ چکا تو عنبر نے اس کے ساتھ باتیں شروع کر دیں اور اسے بتایا کہ وہ قاہرہ کا باشندہ ہے۔ مسلمان ہے اور اردو اس لیے اچھی طرح سے بول لیتا ہے کہ وہ دلی

میں اور کراچی میں کئی برس رہا ہے — اس شریف انسان کا نام امیرالدین خوشنویس تھا — اس کی چھ جوان لڑکیاں تھیں — لڑکا کوئی نہیں تھا — آمدنی بے حد تھوڑی تھی، وہ اس غم میں بوڑھا ہو رہا تھا کہ جوان لڑکیوں کی شادی کیسے کرے گا۔ اس کی جائیداد بھی نہیں تھی کہ جسے بیچ کر وہ اپنی لڑکیوں کے ہاتھ پیلے کر سکتا۔ عنبر نے اس کے ساتھ کچھ ایسی ہمدردی کی باتیں کیں کہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا — شہر کی ایک تنگ گلی میں اس خوشنویس کا مکان تھا جس کی ڈیوڑھی کے آگے بوریا لٹک رہا تھا — اس نے عنبر کو پرانی سی بیٹھک میں بٹھایا اور خود اس کے لیے چائے بنوانے اندر گیا —

تھوڑی دیر میں وہ میلی سی ٹوٹی پھوٹی پیالیوں میں چائے بنوا کر لے آیا — چائے بڑی خوش ذائقہ تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی لڑکیوں کو بڑا سلیقہ ہے — غریبی نے اس کی کمر توڑ رکھی تھی اور ہندوؤں کی حکومت ویسے بھی مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کر رہی تھی — عنبر نے اس غریب دکھیارے کی لڑکیوں کے باپ کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا — ادھر ادھر کی باتوں کے بعد عنبر نے اسے کہا کہ وہ لڑکیوں کی شادی کے سلسلے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہے — بوڑھا باپ مسکرایا اور بولا:

"آپ کا شکریہ بیٹا۔ مگر تم خود پردیسی ہو۔ بھلا میری کیا مدد کر سکتے ہو — میں تو مالی پریشانیوں کے کنوئیں میں لٹکا ہوا ہوں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہاں سے تو مجھے اللہ ہی باہر نکال سکتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"چچا جان، اللہ تعالیٰ جب کسی کو مصیبتوں سے نجات دلانا ہے تو اس کی کوئی سبیل بنا دیتا ہے۔ کوئی ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے کہ جس سے تکلیفیں دُور ہو جاتی ہیں۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

بوڑھا باپ عنبر کا منہ تکنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ نوجوان زیادہ سے زیادہ اس کی یہی مدد کر سکے گا کہ چپکے سے اُسے سو پچاس روپے تھما دے گا اور چلا جائے گا۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"بیٹا۔ دل میں میرے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا ہے، میرے لیے یہی بہت ہے۔"

عنبر نے بے حد اصرار کر کے اُس شخص کو راضی کر لیا کہ وہ اس کی مدد بیٹا سمجھ کر قبول کرے اور یہی سمجھے کہ بھائی نے اپنی بہنوں کی شادی کے لیے رقم پیش کی ہے۔ جب مصیبت زدہ خوددار باپ نے ہاں کر دی تو عنبر نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر سونے کی چار ڈبیاں نکال کر بوڑھے کے آگے رکھ دیں اور اس کے ساتھ ہی دو ہزار روپے بھی پیش کیے۔ وہ بوڑھا تو سونا دیکھ کر ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔

عنبر نے کہا:

"میرے محترم بزرگ، ہرگز ہرگز دل میں یہ خیال نہ لائیے گا کہ میں نے یہ سونا اور روپے کہیں سے چوری کیے ہیں۔ یہ میرے اپنے ہیں اور میں خوشی سے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ان کو اپنے پاس رکھیے اور بچیوں کی شادی کی تیاریاں شروع کیجیے۔ یہ سونا بے حد خالص ہے۔ اسے بیچ کر آپ کے پاس اتنی رقم آجائے گی کہ آپ اپنی ساری لڑکیوں کی شادی کرنے کے بعد اپنے لیے چھوٹا سا مکان بھی خرید سکیں گے۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجیے۔ اللہ نگہبان ہو۔"

وہ شخص تو خوشی سے رونے لگا۔ اس نے عنبر کو اپنے سینے سے لگا لیا اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ عنبر نے اسے حوصلہ دیا اور کہا:

"بیٹا، تم فرشتۂ رحمت بن کر میرے گھر آئے ہو۔"

عنبر نے بڑے ادب سے بزرگ کو سلام کیا اور باہر نکل آیا۔ وہ تیز تیز قدموں سے اندھیری گلی میں سے نکل کر بادشاہی مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا دل خوشی سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے پاس سونے کی صرف دو ڈبیاں باقی رہ گئی تھیں لیکن اسے اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ ایک باپ ایک بہت بڑے بوجھ سے آزاد ہو گیا ہے۔ "شوکا ہوٹل" میں آکر اس نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ پھر سونے کی ڈلی جیب میں ڈال کر وہ صرافہ بازار میں آگیا۔ عنبر چاہتا تھا کہ اپنے پاس سونے کی صرف دو ڈبیاں ہی رکھے اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک ڈلی کو فروخت کر دے اور جو پیسے ملیں ان کو وہ دلی کے مسلمان بچوں میں تقسیم کر دے۔

سونے کی ڈلی کو صراف نے بڑے تعجب سے دیکھا، کیونکہ آج سے پانچ ہزار برس پہلے کا سونا اس قدر خالص تھا کہ دکاندار کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس قسم کا خالص سونا بھی دنیا میں کہیں سے مل سکتا ہے۔ اس نے عنبر سے دو ایک سوال کیے جن کے جواب عنبر نے بڑے مناسب دیے اور کہا کہ وہ کوئٹہ سے یہ سونا لایا ہے۔ دکاندار نے وزن کرنے کے بعد دو لاکھ روپے اس کی قیمت ڈالی۔ عنبر نے کہا:

"مجھے منظور ہے۔ لاؤ رقم۔"

دکاندار نے ادھر اُدھر سے پکڑ کر ساری رقم عنبر کو پوری کر دی۔ عنبر نے سونا دکاندار کے حوالے کیا۔ دو لاکھ کے نوٹ لے کر ہوٹل میں آگیا۔ اسے یقین تھا کہ ملکہ مصر کی پیش گوئی کے مطابق وہ کسی وقت بھی سو سال پیچھے کے زمانے میں جا سکتا ہے۔ اس لیے وہ جتنی جلدی ہو سکے ان روپوں کو دلی کے مسلمانوں میں تقسیم کر دینا چاہتا تھا۔ وہ دلی کی شاہی مسجد کے امام صاحب کے پاس گیا اور کافی روپیہ اس نے مسجد کی ترقی اور آرائش اور دیکھ بھال کے فنڈ کو عطیے کے طور پر دے دیا۔ باقی کئی ہزار روپیہ اس نے دلی کے سکولوں کے بچوں میں بانٹ دیا۔ بچوں کو کتابیں، لحافیاں، مٹھائی، کاپیاں پنسلیں لے کر دیں۔ غریب بچوں کو

کپڑوں کے لیے پیسے دیے۔ کئی نادار بچوں کی سال سال بھر کی فیس ادا کر دی۔

جب وہ شام کو واپس اشوکا ہوٹل میں آیا تو اس کی جیب میں صرف تین ہزار روپے تھے، جس کا اس نے ہوٹل کا بل بھی ادا کرنا تھا۔ کھانا کھا کر وہ سیر کرنے چاندنی چوک کی طرف نکل گیا۔ اس خیال سے کہ کوئی پتا نہیں، وہ کب اپنی دنیا سے غائب ہو کر مغلیہ عہد میں پہنچ جائے۔ عنبر نے ساتھ لے جانے والی چیزیں اپنے ساتھ ہی رکھی ہوئی تھیں۔ لائیٹر اور کیلکولیٹر اس کی جیب میں تھا۔ پستول اور گولیاں اس نے کوٹ کے اندر جسم کے ساتھ باندھ رکھی تھیں اور کیسٹ پلیئر اور کیمرہ ہاتھ میں تھا۔ مارچ کا مہینہ تھا۔ بڑا خوشگوار موسم تھا۔ درختوں پر نئے پتوں کی کونپلیں پھوٹ رہی تھیں۔ چاندنی چوک میں درختوں اور پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ دکانوں اور عمارتوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ سڑک کے دونوں جانب مرکری لائٹیں روشن تھیں جن کی چمک میں سڑک پر گری ہوئی سوئی بھی نظر آ رہی تھی۔

عنبر نے ایک ہوٹل میں بیٹھ کر چائے پی۔ سامنے ایک سینما ہاؤس تھا۔ انٹرول کے بعد وہاں سے تماشائی اسی طرح نکل کر کھانے میں مشغول ہو گئے۔ عنبر ہوٹل میں بیٹھا ان لوگوں کو تکتا رہا۔ ان میں سکھ بھی تھے جنہوں نے رنگ برنگ کی پگڑیاں پہن رکھی تھیں۔ اس سینما میں دھرمیندر اور ہیما مالنی کی کوئی فلم چل رہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ جانے کیوں اس کا دل چاہا کہ وہ دلی میں مغل بادشاہوں کی تاریخی عمارتوں کی سیر کرے۔ اگرچہ رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے لیکن اس نے ٹیکسی لی اور مقبرہ ہمایوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ مقبرے میں ہُو کا عالم تھا۔ بے حد ڈراؤنا سماں تھا۔ عنبر مقبرے کے برآمدے میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ ابھی یہاں ڈرامہ کھیلا جائے گا۔ بہادر شاہ ظفر انگریزوں کے انتقام سے بچنے کے لیے یہاں اپنے شہزادوں کے ساتھ آکر پناہ لے گا اور پھر اپنے ہمدمی کی سازش سے مقبرے سے باہر آجائے گا اور انگریز اسے گرفتار کر کے شہزادوں کو قتل کر دیں گے۔

عنبر نے ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں سے جب اس وقت کے مقبرے کی خاموشی سے مقابلہ کیا تو اس نے سوچا کہ یہ کس قدر بے زبان سا لگ رہا ہے مگر اس کی ایک ایک اینٹ میں ہزاروں خونی کہانیاں دفن ہیں۔ یہاں سے نکل کر وہ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء گیا۔ مزار پر نذر چڑھائی۔ فاتحہ پڑھی اور واپس ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے پاس ڈیڑھ دو ہزار روپے جیب میں تھے۔ سونا اس نے ہوٹل میں ہی رکھا ہوا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور بڑا نیک آدمی تھا۔ ہوٹل پہنچ کر اس نے بڑا مناسب کرایہ بتایا۔ عنبر نے خوش ہو کر اسے دو سو روپے دے دیے۔ ڈرائیور ادب سے سلام کر کے چلا گیا۔ عنبر نے ہوٹل کے کاؤنٹر سے اپنے کمرے کی چابی لی اور سیدھا

چڑھ کر دوسری منزل پر آگیا۔ دروازے میں چابی گھمائی تو اسے محسوس ہوا کہ دروازے کا تالا پہلے ہی کھلا ہے۔ سمجھ گیا کہ اندر کوئی چور صاحب گھسے ہوئے ہیں۔ عنبر نے دروازے کو پھر ہاتھ نہ لگایا اور خود دوسری طرف سے کھڑکی کھول کر باتھ روم میں آگیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر جب وہ دبے پاؤں بیڈ روم میں گیا تو اس نے بستر پر چیزوں کو بکھرا ہوا دیکھا۔

عنبر نے اپنا بریف کیس ڈرائنگ روم میں بڑے صوفے کے پیچھے رکھا ہوا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ چور اس وقت ڈرائنگ روم میں ہے۔ اسے ڈرائنگ روم میں کسی شے کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ عنبر خاموشی سے دروازے کے پاس گیا اور پھر ایک دم دروازہ کھول کر بتی روشن کر دی۔ کمرے میں روشنی ہی روشنی ہو گئی اور اس روشنی میں اس نے ایک ڈراؤنے چہرے والے ڈاکو کو دیکھا جو صوفے کے پیچھے کچھ تلاش کر رہا تھا۔ روشنی ہوتے ہی ڈاکو اچھل کر صوفے کی اوٹ میں ہوا اور پستول نکال کر بولا:

"خبردار، آگے آئے تو گولی چلا دوں گا۔"

گولی کا تو خیر عنبر پر کیا اثر ہونا تھا۔ اس نے ڈاکو کی دھمکی کا کوئی نوٹس نہ لیا اور آگے بڑھ کر بولا:

"تمہیں یہاں کچھ نہیں ملے گا بھائی۔ جس بریف کیس میں سونا ہے، وہ صوفے کے نیچے پڑا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم ابھی وہاں تک نہیں پہنچے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈاکو نے جب یہ سُنا تو ایک ہاتھ سے پستول عنبر کی طرف تانے اس نے دوسرے ہاتھ سے صوفے کے نیچے سے بریف کیس نکال کر اسے کھولا تو واقعی اس کے اندر سونے کی ایک بڑی ڈلی تھی — ڈاکو کی باچھیں کھل گئیں — اس نے بریف کیس دور پھینک کر سونا اپنی پتلون کی جیب میں رکھ لیا اور گرج دار آواز میں بولا:

"اپنی جگہ کھڑے رہنا — اگر ذرا ہلے تو گولی سے تمہاری کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

عنبر کو سونے کی ضرورت تھی۔ وہ ایک پر اسرار سفر پر روانہ ہونے والا تھا اور کوئی پتا نہیں تھا کہ اس کا سفر کب شروع ہو جائے۔ اس لیے اسے سونے کی ان ڈلیوں کی اشد ضرورت تھی۔ اس نے ڈاکو سے کہا:

"بھائی، میرے پاس ایک ہزار روپیہ ہے، وہ لے لو۔ سونا مجھے واپس کر دو، اس کی مجھے ضرورت ہے۔"

ڈاکو نے نفرت سے کہا:

"بکواس بند کرو اور میرے راستے سے ہٹ جاؤ، نہیں تو میں ابھی گولی تمہارے سینے سے پار کر دوں گا۔"

عنبر نے جب دیکھا کہ سیدھی انگلیوں سے گھی نہیں نکل رہا تو اب مجبوراً اسے سختی سے کام لینا پڑا۔ اس نے کہا:

"پستول تو میری جیب میں بھی ہے، اگر کہو تو نکال کر

دکھا دوں؟"

ڈاکو نے پستول کی نالی کا نشانہ عنبر کے سر کا لیا اور کہا:

"اگر تم میرے راستے سے نہ ہٹے تو یہ تمہارا آخری سانس ہوگا۔"

عنبر نے کہا:

"میں تو پھر تم سے اپنا سونا وصول کرنے تمہارے پاس آ رہا ہوں — اگر تم نے گولی چلائی تو تم گرفتار کر لیے جاؤ گے اور اتنا ضرور یاد رکھو کہ تمہاری گولی سے مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

اتنا کہہ کر عنبر ڈاکو کی طرف بے خوفی سے بڑھا۔ ڈاکو پہلے تو پریشان ہو گیا کہ یہ کیسا سر پھرا آدمی ہے کہ سونے کی خاطر اپنی جان کی بھی پروا نہیں کر رہا اور گولی کے سامنے بڑھا چلا آ رہا ہے — پھر جب اس نے محسوس کیا کہ یہ شخص تو کوئی پاگل ہے اور اسے گرفتار کروا کر ہی دم لے گا تو اس نے فائر کر دیا — ڈاکو نے پستول کی نالی کے آگے سائیلنسر لگا رکھا تھا جس کی وجہ سے گولی کا دھماکا نہ ہوا، بلکہ ٹھک کی آواز آئی۔ ڈاکو کا خیال تھا کہ اس کی گولی سے عنبر چکرا کر قالین پر گرے گا اور پھر کبھی نہ اٹھ سکے گا — لیکن وہ یہ دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا کہ گولی اگرچہ عنبر کے سینے میں لگی تھی لیکن وہ برابر اس کی طرف بڑھ رہا تھا —

ڈاکو نے دوسری گولی چلا دی — یہ بھی عنبر کے سینے میں لگی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگر اب اس نے آگے بڑھ کر ڈاکو کی کلائی پکڑ لی تھی۔ ڈاکو کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی شیر نے اس کی کلائی پکڑ لی ہو۔ بڑی سخت گرفت تھی عنبر کی — عنبر نے ایک جھٹکا دیا اور ڈاکو کے ہاتھ سے پستول نیچے گر پڑا — ڈاکو پہلے ہی یہ دیکھ کر ڈرا ہوا تھا کہ عنبر پر گولی کا اثر نہیں ہوا — اب جو اس نے عنبر کی گرفت کی سختی اور شیر کے پنجے ایسا جھٹکا محسوس کیا تو سہم کر کونے میں دبک گیا۔ عنبر نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سونے کی دونوں ڈلیاں نکال لیں اور کہا :

"اب تمہارے ساتھ کیسا سلوک کروں؟ تم نے نہ صرف یہ کہ میرے کمرے میں ڈاکا ڈالا ہے، بلکہ مجھے ہلاک بھی کر دیا ہے — تمہیں اپنے جرم کی پوری پوری سزا ملنی چاہیے۔"

عنبر پولیس کو فون کرنے لگا تو ڈاکو نے کہا :

"پولیس کو اطلاع کرنے سے پہلے مجھے ایک بات بتا دو۔ کیا تم بھوت ہو؟ کوئی جن ہو؟"

عنبر نے کہا :

"نہیں، میں انسان ہوں — تمہاری طرح کا ایک انسان۔"

"پھر تم پر گولی نے اثر کیوں نہیں کیا؟"

"گولی مجھے لگی ہی نہیں۔"

اور عنبر نے مسکراتے ہوئے ٹیلی فون پر پولیس کو اطلاع کر دی۔ ڈاکو نے اس عرصے میں داؤ لگا کر چھلانگ لگا دی

اور صوفے سے اچھل کر دروازے پر جا پہنچا اور باہر بھاگنے ہی والا تھا کہ عنبر بھی اپنے ہوش میں آ گیا — اس نے بھی وہاں سے ایک چھلانگ لگا دی — مگر عنبر کی چھلانگ بڑی اونچی تھی۔ اور وہ ڈاکو سے بھی آگے جا کر گرا — اس نے ڈاکو کو گردن سے جا دبوچا۔ اور جھٹک کر دور پرے صوفے کے پیچھے گرا دیا — ڈاکو اتنے زور سے گرا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اتنے میں ہوٹل کا مینیجر پولیس کو لے کر آ گیا — ڈاکو کو اسی وقت گرفتار کر لیا گیا — ڈاکو لنگڑاتے ہوئے پولیس کے ساتھ جا رہا تھا — اور جاتے جاتے پیچھے مڑ کر بھی دیکھ رہا تھا۔ دروازے میں سے گزرتے ہوئے اس نے چیخ مار کر کہا :

"یہ بھوت ہے — اشوکا ہوٹل کا بھوت ہے۔"

عنبر ہنس پڑا — اس نے دروازہ بند کر دیا اور قالین پر پڑے ہوئے بریف کیس کو اٹھا کر اس میں اپنی چیزیں دوبارہ احتیاط سے رکھیں — بستر کی چادریں درست کیں اور بستر پر لیٹ کر کتاب پڑھنے لگا — تھوڑی دیر گزری تھی کہ فون کی گھنٹی بجی — عنبر کو بھلا کس کا فون آ سکتا تھا — اس نے ریسیور اٹھایا۔ تو دوسری طرف سے کسی عورت کی گھبرائی ہوئی آواز آئی :

"ہیلو ہیلو، پولیس۔"

عنبر نے کہا :

"غلط نمبر۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عورت نے جلدی سے کہا :

"خدا کے لیے تم جو کوئی بھی ہو، میری مدد کرو"

عنبر نے کتاب پرے رکھ دی اور سنبھل کر پوچھا۔

"تم کون ہو بہن ؟"

عورت نے جلدی جلدی بتایا کہ ایک خونی اس کے گھر میں بیٹھا ہے۔ اس نے اس کے اکلوتے بچے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ وہ اس کے خاوند کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اس کا انتظار کر رہا ہے۔ عورت کا خاوند رات کی ڈیوٹی پر ہے اور فیکٹری سے آنے ہی والا ہے۔ عورت نے بتایا کہ اس کا نام سکینہ ہے، اور اس کا فلیٹ لودھی روڈ پر شیش محل بلڈنگ میں ہے۔

"میں بڑی مشکل سے باتھ روم میں آ کر فون کر رہی ہوں۔ خدا کے لیے میرے بچے اور خاوند کی جان بچاؤ۔ جلدی کرو۔ خدا......"

اس کے بعد ٹیلی فون کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ عنبر نے دو تین بار عورت کو پکارا، لیکن فون بند ہو چکا تھا۔ عنبر ایک دم پلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ہر حالت میں مصیبت زدہ عورت کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کمرے کو تالا لگایا۔ پستول اور گولیاں اپنے کمرے ہی میں رکھیں اور ہوٹل کی سیڑھیاں جلدی جلدی طے کرتا لابی سے گزر کر باہر سڑک پر آ گیا۔ اشوکا ہوٹل کے باہر ٹیکسی ہر وقت مل سکتی تھی۔ عنبر نے ایک ٹیکسی

لی اور اسے لودھی روڈ چلنے کو کہا۔

"جلدی چلو، تمہیں بیس روپے دوں گا۔ اور ہاں جانتے ہو شیش محل بلڈنگ وہاں کہاں ہے ؟"

ڈرائیور نے کہا :

"جی ہاں بابو، جانتا ہوں۔ فکر نہ کرو۔ آپ کو ٹھیک شیش محل بلڈنگ کے آگے جا کر اتار دوں گا"

رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ سڑکیں سنسان تھیں۔ ٹیکسی بڑی تیزی سے لودھی روڈ کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ٹیکسی لودھی روڈ پر ایک چھ منزلہ بلڈنگ کے آگے جا کر رک گئی۔

"یہ ہے بابو جی شیش محل بلڈنگ" ڈرائیور نے عنبر سے کہا۔

عنبر نے کرایہ ادا کیا اور جلدی سے باہر نکل کر بلڈنگ کو دیکھا۔ تقریباً سارے فلیٹوں میں اندھیرا چھایا تھا۔ صرف تیسری منزل کے ایک کونے والے فلیٹ کی کھڑکی پر مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر کے دل نے کہا کہ یہی وہ فلیٹ ہے جہاں سے اسے مصیبت زدہ عورت نے فون کیا تھا۔

عنبر لفٹ میں سوار ہو کر بلڈنگ کی تیسری منزل پر آ گیا۔ اور اندازے سے کونے والے فلیٹ کی طرف گیا۔ برآمدے میں بڑی دھیمی روشنی تھی۔ عنبر دبے دبے قدم اٹھاتا فلیٹ کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طرف بڑھنے لگا — کونے والے فلیٹ کے دروازے کے نیچے سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ خونی اندر ہے اور عورت کے فون کے مطابق اس نے بچے کو یرغمال بنا رکھا ہے — اگر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ہو سکتا ہے کہ خونی بچے کو نقصان پہنچا دے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ کسی دوسرے راستے سے اندر جایا جائے — پس عنبر نے فلیٹ کا جائزہ لیا۔ آگے گیلری تھی جو دوسرے فلیٹوں کی طرف گھوم جاتی تھی — عنبر اس گیلری میں آ گیا — نیچے سڑک نظر آ رہی تھی۔ کونے کی طرف جا کر گیلری دوسری طرف گھوم گئی تھی۔

عنبر نے دیکھا کہ یہاں فلیٹ کی ایک کھڑکی تھی۔ کھڑکی کے پاس جا کر اس نے آہستہ سے اُسے اندر کی طرف دھکیلا — کھڑکی کا ایک پٹ کھل گیا — یہ بڑی عجیب بات تھی کہ کھڑکی کھلی تھی۔ پھر عنبر نے سوچا کہ ہو سکتا ہے چور اس کھڑکی کی کنڈی کسی طریقے سے کھول کر اندر گیا ہو — عنبر نے اندر جھانک کر دیکھا۔ اندر تاریکی تھی — عنبر خاموشی سے کھڑکی میں داخل ہوا — یہ سٹور روم تھا اور ٹوٹا پھوٹا سامان پڑا تھا — کونے میں چھوٹا دروازہ تھا — عنبر نے دروازے سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔

دوسری طرف بالکل خاموشی تھی — پھر کسی عورت کی آواز آئی، جیسے اس نے سسکی بھری ہو۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ وہی عورت ہے جس نے اسے فون کیا تھا اور جس کا بچہ اس وقت خونی

کے قبضے میں ہے — عنبر غور کرنے لگا کہ اسے کس طریقے سے گھر میں داخل ہونا چاہیے — کیونکہ سوال ایک بچے کی زندگی کا تھا — خونی اس بچے کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ عنبر کچھ سوچ کر کھڑکی سے کود کر گیلری میں آ گیا — اس نے کھڑکی بند کر دی۔

اب وہ سیدھا دروازے پر آیا اور گھنٹی بجائی — وہ یوں گنگنانے لگا جیسے اسے کچھ بھی معلوم نہیں کہ اندر ایک خونی آیا ہوا ہے — دروازہ کوئی نہیں کھول رہا تھا — عنبر نے تیسری بار گھنٹی بجائی تو ایک عورت نے دروازہ کھولا — اس کے چہرے کی پریشانی صاف ظاہر تھی — جوان عورت تھی، آنکھیں وحشت زدہ تھیں جیسے کسی نے اس کے پیچھے پستول تان رکھا ہو — اس نے ابھی کچھ نہیں پوچھا تھا کہ عنبر نے آہستہ سے کہا:

"آپ نے فون کیا تھا؟" پھر اونچی آواز میں بولا:

"ارے بھابی! ... ابھی تک نہیں آئے؟ انھوں نے تو مجھے کہا تھا کہ بارہ بجے ان کی ڈیوٹی ختم ہو جاتی ہے — اصل میں میں کل ڈیوٹی پر نہیں جا رہا — وہاں سے باہر جا رہا ہوں — سوچا اپنی عرضی اسے دے دوں۔ کل فیکٹری میں اسے دے [illegible]"

عورت نے کہا:

"اختر [illegible] آنے والے ہیں بھائی جان — آپ تشریف رکھیں؟" عورت کی آواز کانپ رہی تھی — اس نے [illegible] خاوند کا نام بھی بتا دیا تھا — عنبر سمجھ گیا۔ عورت [illegible]

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے لیے فریج میں سے جوس کا گلاس لے آئی — پھر اس نے میز پر انگلی سے صرف اتنا لکھا :

"وہ اندر ہے"

عنبر اونچی اونچی آواز میں یوں باتیں کرنے لگا جیسے اسے کچھ نہیں پتا — کہ اندر کوئی خونی چھپا ہوا ہے — پھر ایسا ہوا کہ دروازہ کھلا اور اس عورت کا خاوند جس کا نام اختر تھا، اندر آ گیا۔ وہ اپنے گھر میں آدھی رات کو ایک اجنبی شخص کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔

"آپ کون ہیں ؟"

اس کے ساتھ ہی بیڈ روم کا دروازہ دھڑاک سے کھلا اور خونی بچے کو آگے کیے پستول تان کر سامنے آ گیا۔

"اختر، آج میں تم سے بدلہ لینے آیا ہوں — تم نے مجھے فیکٹری سے نکال کر تباہ کر دیا — اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا اور تمہارے بچے کو بھی تمہارے ساتھ ہی ختم کر دوں گا"

اختر چکر کھا کر رہ گیا — اس کے گھر میں یک ساتھ دو آدمی گھسے ہوئے تھے اور ایک کے ہاتھ میں پستول تھا — اختر نے اس شخص سے کہا کہ اس نے اسے فیکٹری سے جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن خونی نے پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا :

"تمہاری زندگی کے صرف چند لمحے باقی ہیں — خدا کو یاد کرو"

لڑکیوں کی چیخ

عورت اور اس کا خاوند پھٹی پھٹی آنکھوں سے خونی کو تکنے لگے —

وقت بڑا نازک تھا — عنبر کے پاس سوچنے کے لیے بھی کوئی وقت نہیں تھا — ایک پورے خاندان کی زندگی خطرے میں تھی۔ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ عنبر نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے اچھل کر جست لگائی اور خونی کے سامنے آ گیا — خونی گھبرا کر پیچھے ہٹا اور اس نے یکے بعد دیگرے عنبر پر تین چار فائر کر دیے — ساری کی ساری گولیاں عنبر کے سینے اور گردن پر لگیں۔ عورت کی چیخ نکل گئی — اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کا ہمدرد جو آدھی رات کو اس کی مدد کے لیے آیا تھا، ہلاک ہو چکا ہے۔ اس دوران میں عنبر نے خونی پر قابو پا لیا تھا — عنبر کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ خونی کو ایسے لگا جیسے وہ لوہے کے شکنجے میں جکڑا جا چکا ہے —

میاں بیوی نے عنبر کو حیرانی سے دیکھا۔ خونی ڈاکو بھی پھٹی پھٹی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آنکھوں سے عنبر کو تک رہا تھا — کیونکہ سب کے سامنے عنبر کو چار گولیاں لگی تھیں، لیکن نہ اسے کوئی زخم آیا تھا اور نہ ہی اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ بہا تھا۔ عنبر ان کی پریشانی کو خوب جانتا تھا۔ اس نے ان کے سوال کرنے سے پہلے ہی کہہ دیا:

"دراصل میں نے اپنے جسم کے اندر لوہے کی ایک جالی پہن رکھی ہے — جو مجھے گولی سے بچاتی ہے۔"

یہ کہہ کر عنبر نے اپنی طرف سے بات ختم کر دی تھی، لیکن وہ لوگ ابھی تک یقین نہیں کر رہے تھے۔ عنبر نے پولیس کو فون کرکے بلا لیا اور خونی کو پولیس کے حوالے کرکے دونوں میاں بیوی سے اجازت لی اور ان کی احسان مند نگاہوں کا ہاتھ اٹھا کر جواب دیتا واپس اپنے ہوٹل میں آ گیا — رات کے دو بج رہے تھے — عنبر نے بتی بجھائی اور کمبل اوڑھ کر آرام سے سو گیا۔

باقی رات وہ سکون سے سوتا رہا — جب اس کی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ عنبر نے اٹھ کر شیو بنائی۔ ناشتا کیا — کپڑے پہنے اور دلی کے بازاروں میں نکل آیا — سونا اس کے کمرے میں ہی رکھا تھا — اس کی جیب میں دو تین سو روپے تھے۔ ہوٹل کا بل اس نے سارے کا سارا یعنی اس وقت تک کا ادا کر دیا تھا۔ وہ ایک ایماندار نوجوان تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ ایک دن وہ

اچانک سو سال پیچھے کے زمانے میں چلا جائے اور ہوٹل کا بل اس کی طرف باقی رہے۔ ویسے بھی وہ یہی چاہتا تھا کہ ملکہ مصر کی پیشین گوئی جتنی جلدی ہو سکے، سچ ثابت ہو اور وہ واپس منگولیہ دور میں پہنچ کر اپنا سفر شروع کر دے۔ کیونکہ زیادہ دیر لگنے سے اس کی سونے کی باقی دو ڈلیاں بھی خرچ ہونے کا ڈر تھا۔

دلی شہر پر بہار کا موسم تھا — سڑکوں پر لوگوں کا بہت رش تھا — عنبر نے سوچا کہ کیوں نہ قطب مینار کی سیر کی جائے۔ پس اس نے ٹیکسی لی اور قطب صاحب آ گیا۔ قطب مینار ویسے کا ویسے ہی اپنی جگہ پر موجود تھا — وہاں کچھ سیاح گھوم پھر رہے تھے۔ کالج کی چند ایک لڑکیاں پکنک منا رہی تھیں۔ عنبر ان کے قریب سے گزرا تو یونہی لڑکیوں نے اسے مذاق کیا۔ عنبر مسکرا دیا اور آگے چل کر ایک چبوترے پر بیٹھ گیا۔ مذاق کی وجہ شاید عنبر کے سیاہ لمبے بال تھے جو اس کے کندھوں پر پڑے تھے۔ عنبر کو حجامت بنانے کا خیال ہی نہ رہا تھا۔

لڑکیاں اس کے قریب سے گزریں تو ایک سانولی لڑکی نے عنبر کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

"ہپی —"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"بہن! میں ہپی نہیں ہوں، انسان ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تینوں لڑکیاں اس کے پاس کھڑی ہوگئیں۔ ایک نے کہا:
"سلمیٰ کہتی ہے کہ آپ افریقہ سے آئے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کا تعلق افریقہ سے ہے؟"

عنبر کا رنگ سانولا تھا اور بال بھی سیاہ گھنگھریالے تھے۔ عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اصل میں میرا تعلق شمالی افریقہ سے ہے — میں قاہرہ سے آیا ہوں۔"

اس پر لڑکیوں نے اسے گھیر لیا اور مصر اور قلوپطرہ کی باتیں کرنے لگیں —

عنبر نے مذاق سے کہا:

"میں ملکہ قلوپطرہ کو جانتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" لڑکیوں نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں بہن، میں سچ کہہ رہا ہوں — ملکہ قلوپطرہ کو میں نے دیکھا ہے اور محل میں اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھایا ہے۔"

اب تو ساری لڑکیاں کھل کھلا کر ہنس پڑیں اور انہوں نے عنبر کا مذاق اڑانا شروع کر دیا — ان کے لیے عنبر نے بات ہی ایسی کی تھی — بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ۱۹۸۰ء میں بیٹھ کر ایک آدمی یہ کہے کہ اس نے قلوپطرہ کے ساتھ کھانا کھایا ہے — لڑکیوں کو یقین ہو چکا تھا کہ یہ نوجوان کوئی پاگل شخص ہے۔ وہ

بات بات پر عنبر کا مذاق اڑا رہی تھیں اور عنبر ہرگز برا نہیں مان رہا تھا؛ حالانکہ اس نے ایک سچ بات کہی تھی۔ عنبر نے واقعی ساڑھے تین ہزار سال پہلے ایک شاہی قلوپطرہ کی دعوت میں شرکت کی تھی۔ مگر کوئی کیسے مان سکتا تھا —

یہ ساری لڑکیاں دلی کے مسلمان گھرانوں کی تھیں اور کالج میں پڑھتی تھیں — جب وہ عنبر کو مذاق کرتے کرتے تھک گئیں تو انہوں نے قطب مینار پر چڑھنے کا پروگرام بنایا۔ اس پر تین دوسری لڑکیاں ان کے ساتھ جانے پر تیار ہوئیں، باقی وہیں بیٹھی رہیں — اس طرح چھ لڑکیاں قطب مینار کی سیر کو سیڑھیاں چڑھنے لگیں اور باقی نیچے سبزہ زار پر بیٹھ کر انگریزی میوزک سے دل بہلانے اور سینڈوچز کھانے لگیں — انہوں نے عنبر کو بھی کھانے کی دعوت دی — عنبر نے تکلف سے ایک نارنگی لے لی اور اسے چھیل کر کھانے لگا — اس وقت وہ پانچ ہزار سال پیچھے چلا گیا تھا۔ جب اس طرح ایک روز جبکہ دریائے نیل کے کنارے دھوپ کھلی ہوئی تھی تو اس کی بڑی بہن نے اسے ایک سنگترہ کھانے کو دیا تھا — اس کی بڑی بہن کو فوت ہوئے پانچ ہزار سال ہو چکے تھے۔ اس کی ہڈیاں بھی باقی نہیں تھیں، مگر عنبر زندہ تھا اور ابھی اسے مزید پانچ ہزار سال زندہ رہنا تھا — عنبر اپنے خیالات میں گم تھا کہ ایک لڑکی نے اس سے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیوں میاں دیوانے کیا سوچ رہے ہو ؟"

عنبر کو لڑکی کا اس طرح بُلانا بُرا لگا۔ مگر اُس نے اُس سے کچھ نہ کہا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ عمر کھیلنے کی ہوتی ہے اور پھر دیکھا جائے تو اس نے بات بھی پاگلوں ایسی ہی کی تھی۔ اگر آپ کسی سے یہ کہیں کہ آپ چنگیز خان کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلتے رہے ہیں تو ظاہر ہے لوگ آپ کو پاگل ہی کہیں گے۔

عنبر نے کہا :

"میں سوچ رہا ہوں کہ غدر کے زمانے میں یہاں کس قدر قتل عام ہوا تھا۔"

لڑکی نے کہا :

"غدر کا زمانہ گزر گیا۔ اب سائنس کا دور ہے۔ مصنوعی سیاروں اور میزائل کا دور ہے۔ غدر ختم ہو گیا۔ اس کے بارے میں مت سوچو۔"

عنبر بولا :

"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ غدر اس وقت بھی دلّی میں مچا ہوا ہے۔ وہ دیکھو چاندنی چوک میں مسلمان مجاہدوں کو پھانسیاں دی جا رہی ہیں اور دلّی کے شرفا کے گھروں کو لوٹ کر آگ لگائی جا رہی ہے۔"

عنبر کی آنکھوں کے سامنے غدر کی دھندلی سی تصویریں آنا

شروع ہو گئی تھیں۔ اسے شک گزرا کہ کہیں زمانہ بدل تو نہیں گیا۔ کہیں تاریخ نے سو سال پیچھے کا سفر تو نہیں الٹ دیا؟ اس نے سر کو جھٹک کر دیکھا۔ مگر نہیں، ابھی زمانہ پیچھے نہیں گیا تھا۔ ابھی فلایش بیک شروع نہیں ہوا تھا۔ ابھی وہ قطب مینار کے پاس ہی بیٹھا تھا اور دلّی کالج کی لڑکیاں پک نک منا رہی تھیں۔ عنبر نے ذرا سا چونک کر لڑکی سے کہا :

"کیا کہا تم نے ؟"

لڑکی کھل کھلا کر ہنس دی اور بولی :

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ یہ ہائیڈروجن بم اور میزائل کا زمانہ ہے۔ غدر کے زمانے کو سو سال بیت چکے ہیں دیوانہ صاحب، واپس آجائیے ہمارے اپنے زمانے میں۔"

عنبر نے گہری نگاہوں سے دور ویران ٹیلے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا :

"نہیں، زمانہ نہیں گزرا کرتا۔ ہر شے اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ میں نے ایسا ہی دیکھا ہے۔ غدر کا زمانہ نہیں گزرا۔ وہ میرے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہے اور ۔۔۔ اور میں ابھی اس میں داخل ہونے والا ہوں۔"

لڑکی نے عنبر کے کندھے کو جھنجھوڑ کر کہا :

"دیوانہ صاحب، ہوش کریں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور اس پر ساری کی ساری لڑکیاں کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔

ٹھیک اس وقت قطب مینار پر سب سے آخری منزل پر لڑکیوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں گونج اٹھیں۔ سب نے پریشان چہروں سے اوپر دیکھا۔ اوپر کا منظر دل ہلا دینے والا تھا۔ ایک لڑکی آخری منزل کے جنگلے کے ساتھ باہر کی طرف لٹکی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں پیر آخری منزل کے سب سے نچلے کنارے پر تھے۔ اور وہ کوئی دم میں گرنے ہی والی تھی۔ خدا جانے وہ کس طرح مینار کی منزل سے باہر آگئی تھی۔ نیچے بیٹھی ہوئی لڑکیوں نے بھی شور مچانا اور مدد کے لیے لوگوں کو بلانا شروع کر دیا۔ سارے سیاح اور دوسرے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ مگر وہ اس بدنصیب لڑکی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

اگر نیچے جال بھی بچھا دیا جاتا، تب بھی اتنی بلندی سے گری ہوئی لڑکی کی ہڈیاں سرمہ بننے سے نہیں بچ سکتی تھیں۔ عنبر نے محسوس کیا کہ جو لڑکی زندگی اور موت کے درمیان لٹکی ہوئی تھی، وہ لرز رہی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اوپر والی گھر کو پکڑ رکھا تھا۔ لڑکیوں میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ نیچے جھک کر اس لڑکی کو اوپر اٹھا سکتیں۔ اس طرح سے ان کے بھی گرنے اور ہلاک ہونے کا اندیشہ تھا۔ چاروں طرف چیخ و پکار مچی تھی۔ ہر کوئی لڑکی کے گر کر مر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ ہر کسی

کو یقین تھا کہ اس لڑکی کو اب دنیا کی کوئی طاقت موت سے نہیں بچا سکتی۔

اتنی بلندی سے پتھروں پر گرنے سے لڑکی کا جو حشر ہونے والا تھا، اس کے خیال ہی سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ لڑکیاں مدد کے لیے چلا رہی تھیں، مگر کون مدد کر سکتا تھا؟ اور کوئی مدد کر بھی کس طرح سکتا تھا، وہاں تو ہیلی کاپٹر بھی کام نہیں دے سکتا تھا۔ کیونکہ اگر ہیلی کاپٹر وہاں آ بھی جاتا تو اس کے پر مینار کے گنبد سے ٹکرا جاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر ہیلی کاپٹر کے پروں کی تیز ہوا سے ہی لڑکی نیچے گر پڑتی۔

عنبر نے لڑکی کی مدد کرنے اور اس کی جان بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ایک ایسا کام کرنے والا تھا جس کی اجازت اسے ملکہ نفرتیتی نے دی تھی اور وہ زندگی میں پہلی بار ایسا کرنے والا تھا۔ اُسے پتا تھا کہ لوگ بعد میں اسے گھیر لیں گے اور اس کا جینا حرام کر دیں گے۔ لیکن اس وقت ایک معصوم لڑکی کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ عنبر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے روتی چلاتی لڑکیوں سے کہا:

"میں اس کی جان بچانے کی کوشش کروں گا۔"

لڑکیوں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور روتی رہیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انہیں معلوم تھا کہ وہ ایک پاگل نوجوان ہے۔

عنبر نے ایک طرف ہو کر اپنے بائیں بازو پر بندھے ہوئے تعویذ پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے کہا:

"ملکہ نفریتی اپنے تعویذ کو حکم دو۔"

اتنا کہنا تھا کہ عنبر نے اپنے پاؤں ہلکے پھلکے محسوس کیے۔ اُس نے گردن جھکا کر دیکھا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اس کے پاؤں زمین سے دس اِنچ کے قریب اوپر اُٹھے ہوئے تھے اور وہ ہوا میں کھڑا تھا۔ یہ اُس کے لیے ایک عجیب تجربہ تھا۔ اُسے اپنا آپ بڑا ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ ابھی تک شاید اُسے ہوا میں کھڑا کسی نے نہ دیکھا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھنے لگا۔ پھر اچانک اردگرد کھڑے انسانوں کی ایک بار پھر چیخیں نکل گئیں۔ مگر اب کے چیخوں میں حیرت اور دہشت تھی۔

ان کی آنکھوں کے سامنے ایک سوٹ بوٹ والا نوجوان ہوا میں اُڑتا اوپر کو اُٹھتا چلا جا رہا تھا۔ عنبر کو کسی کی پروا نہ تھی۔ وہ لڑکی کی جان بچانا چاہتا تھا۔ وہ ہوا میں اسی طرح اُڑتا ہوا قطب مینار کی سب سے اوپر والی منزل پر جا پہنچا۔ ایک انسان کو ہوا میں اُڑ کر اپنے پاس آتا دیکھ کر لٹکی ہوئی لڑکی اور آخری منزل میں کھڑی لڑکیاں بھی ششدر رہ گئیں۔ عنبر تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرح آگے بڑھا۔ کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں

لٹکی ہوئی لڑکی خوف کی وجہ سے ہاتھ نہ چھوڑ دے۔

اس کے قریب جا کر عنبر نے لڑکی کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کر اسے مینار سے ہٹایا اور اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ اب وہ لوگوں کی پھٹی پھٹی آنکھوں اور چہروں کے ہجوم میں خوف سے ابھی تک کانپتی لڑکی کو اٹھائے ہوا میں اُڑتا نیچے زمین کی طرف آ رہا تھا۔ لوگوں کو تالیاں بجانے کا بھی ہوش نہیں تھا۔ سڑک پر کچھ راہ گیر یہ جادو کا عجیب و غریب منظر دیکھنے کو کھڑے ہو گئے تھے۔ اور اونچی آواز میں کلمہ شریف پڑھ رہے تھے۔ کچھ لوگ ڈر کر بھاگ گئے تھے۔ عنبر نے بڑے آرام سے نیچے اُتر کر لڑکی کو گھاس پر لٹا دیا۔ وہ تقریباً بے ہوش تھی۔

لڑکیوں نے اپنی سہیلی کے منہ میں پانی ڈالا۔ اُسے پنکھا کیا۔ باقی لڑکیوں اور دوسرے لوگوں نے عنبر کو گھیر لیا تھا اور اس سے عجیب عجیب سوال پوچھنے شروع کر دیے تھے۔ عنبر نے مسکرا کر کہا:

"یہ جادو نہیں تھا۔ بس خدا نے میرے اندر طاقت بھر دی تھی کہ میں ہوا میں اڑ کر اس لڑکی کی جان بچاؤں۔"

مگر کسی کو عنبر کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ سب اُسے جادوگر سمجھ کر اس سے پیچھے ہٹ [illegible] لڑکی کا حال پوچھا۔ اس کی دوسری سہیلیاں بھی اب [illegible] جلدی سے نیچے اُتر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چکی تھیں — اور عنبر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُسے ایک عظیم جادو گر سمجھ کر اس کی طرف کچھ کچھ دہشت بھری نظروں سے تک رہی تھیں — لڑکی اب ہوش میں آچکی تھی۔

عنبر نے ایک لڑکی سے کہا :

"اب تو آپ کو یقین آگیا کہ میں نے قلوپطرہ کے ساتھ کھانا کھایا تھا ؟"

کسی لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا — ان سب پر ایک حیرت طاری تھی — عنبر نے اُن سے اجازت لی اور جانے لگا تو اب لڑکیوں کو کچھ ہوش آیا — انہوں نے عنبر کو گھیر لیا اور اُسے اپنے ساتھ کالج چلنے کی دعوت دی عنبر کے پاس بھی کوئی کام نہ تھا — اس نے سوچا کہ چلو ذرا رونق رہے گی — کالج کی سیر کر لیتے ہیں۔ لڑکیاں اُسے اپنے کالج کی ویگن میں بٹھا کر کالج لے گئیں۔ اُسے اپنی پرنسپل سے ملایا اور بتایا کہ صرف اُس کی وجہ سے ان کی سہیلی کی جان بچ گئی تھی — کالج کی پرنسپل ایک ادھیڑ عمر کی مسلمان عورت تھی — اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ ایک لڑکی نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا :

"بھائی جان، کیا آپ اُسی طرح اُڑ کر ہماری پرنسپل صاحبہ کو بھی دکھائیں گے تاکہ انہیں یقین آجائے ؟"

عنبر نے کہا :

"اللہ نے مجھے یہ طاقت اس لیے نہیں دی کہ میں اسے یونہی ضائع کرتا پھروں — اگر پرنسپل صاحبہ کو یقین نہیں آتا تو نہ آئے — مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

اس پر پرنسپل صاحبہ بولیں :

"یہ سائنس کا زمانہ ہے — آج کے زمانے میں کسی انسان کے پاس یہ طاقت یا جادو نہیں ہے کہ وہ ہوا میں اُڑنا شروع کر دے۔ زمین کی کشش کا اصول ثابت ہو چکا ہے۔ صرف چاند پر انسان کا وزن کم ہو سکتا ہے مگر ہوا میں وہ وہاں بھی نہیں اُڑ سکتا — اس لیے میں یقین نہیں کروں گی۔ آپ نے جس طرح سے بھی ہماری بچی کی جان بچائی، اس کے لیے میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

عنبر کو پرنسپل کی باتوں پر غصہ سا آگیا اب وہ اُس کے سائنس کے زمانے کو بے کار اور غیر مکمل ثابت کرنے پر تل گیا تھا — اُس نے کہا :

"محترمہ، اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ دنیا میں سائنس کے علاوہ بھی کچھ باتیں ہیں، جنہیں صرف خدا جانتا ہے اور کبھی کبھی وہ اپنے کسی بندے کو غیر معمولی صلاحیت عنایت کر دیتا ہے۔"

عنبر نے کہا کہ کالج کی ساری لڑکیوں کو گراؤنڈ میں جمع

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا جائے۔

اسی وقت ساری لڑکیاں کالج کی گراؤنڈ میں جمع ہو گئیں۔ کالج کی پرنسپل بھی اپنے سٹاف کے ساتھ وہاں موجود تھی اور ہنس رہی تھی کہ یہ کوئی دیوانہ نوجوان ہے۔ ابھی اس کا جھوٹ ثابت ہو جائے گا۔

عنبر پرنسپل کی سب باتیں سن رہا تھا۔ مگر خاموش تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ابھی پرنسپل کا منہ بند ہو جائے گا۔ بلکہ دہشت سے کھلے کا کھلا رہ جائے گا۔

کالج کی وہ لڑکیاں جنہوں نے عنبر کو ہوا میں اڑتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، بڑی خوش تھیں۔ انہیں اپنی بات ثابت کرنے کا موقع ملنے والا تھا۔

ساری لڑکیاں گھاس پر ایک دائرے میں جمع تھیں۔ درمیان میں عنبر کے کہنے پر ایک میز لا کر رکھ دی گئی۔ عنبر کچھ ڈرامہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پانی کا ایک گلاس منگوایا۔ اونچی آواز میں بسم اللہ شریف پڑھی۔ پانی میں پھونک ماری اور اسے پی لیا۔ گلاس ایک طرف پھینک کر اس نے پرنسپل صاحبہ کی طرف دیکھ کر کہا:

"محترمہ! میں جانتا ہوں۔ آپ میرے دعوے کا مذاق اڑا رہی ہیں اور اپنی سٹاف کو بتا رہی ہیں کہ میں ایک پاگل آدمی

ہوں، مگر یقین کریں، ایک منٹ بعد ہی آپ کو اپنے آپ پر پاگل ہونے کا شبہ ہو گا۔ میری طرف دیکھتی رہیں اور ہاں ذرا اپنی عینک کے شیشوں کو صاف کر لیں۔"

پرنسپل کا منہ غصے سے لال ہو گیا۔ مگر وہ پی گئیں۔ کیونکہ انہوں نے خود اس نوجوان کو اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ عنبر نے پرنسپل کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا کر بلند آواز سے کہا:

"میری طرف غور سے دیکھتی رہیں۔"

عنبر نے مکہ نفرتی کے تعویذ پر ہاتھ رکھ کر دل ہی دل میں اس کا نام لے کر اسے اپنی مدد کے لیے پکارا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میز پر سے دس انچ اوپر کو اٹھ آیا۔ حیرت سے لڑکیوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ پھر عنبر ایک دم سے پندرہ فٹ اوپر ہو گیا۔ اب وہ ہوا میں کھڑا تھا۔ لڑکیاں زور زور سے تالیاں بجا رہی تھیں۔ شور مچا رہی تھیں۔ پرنسپل کا رنگ اڑ گیا تھا۔ وہ منہ کھولے عنبر کو ہوا میں کھڑے دیکھ رہی تھیں۔ اس کا سٹاف بھی دانتوں میں انگلیاں دبائے حیران کھڑا تھا۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک انسان کو وہ ہوا میں کھڑے دیکھ رہی ہیں، جس پر زمین کی کشش کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ عنبر اب کافی بلندی پر چلا گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُسے کالج کی گراؤنڈ سے باہر سڑک پر چلتی کاریں اور آتے جاتے لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ سڑک پر ایک آدمی نے عنبر کو اُڑتے دیکھا تو اس کی طرف اشارہ کیا۔ بس پھر کیا تھا — سارے بازار کی ٹریفک رُک گئی — کسی نے اخبار کے دفتر والوں کو فون کر دیا — پریس فوٹو گرافر سکوٹروں اور کاروں پر جھٹ وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے عنبر کی تصویریں بنانا شروع کر دیں — اب عنبر ہوا میں اڑتے ہوئے گراؤنڈ کا چکر لگا رہا تھا —

دراصل وہ خود بھی اپنا تاریخی سفر شروع کرنے سے پہلے ملکہ نفریتی کے تعویذ کی کارکردگی کو پوری طرح آزمانا چاہتا تھا، اسے اب پورا یقین ہو گیا تھا کہ تعویذ سچا ہے اور ٹھیک طریقے سے اُسے لے کر ہوا میں اڑ سکتا ہے۔

لڑکیاں شور مچا رہی تھیں — سڑک پر اور مکانوں کی چھتوں پر لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے تھے۔ ہر کوئی بُت بنا ایک نوجوان کو بغیر کسی مشین کے ہوا میں اڑتے دیکھ رہا تھا — پولیس کو ٹریفک بحال کرنا مشکل ہو گیا تھا — عنبر آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا، پھر وہ ٹھیک پرنسپل صاحبہ کے قریب گراؤنڈ کی گھاس پر اُتر آیا، اور بولا:

"محترمہ، اب کیا خیال ہے آپ کا؟ اگر خدا کی مدد شامل ہو

تو کیا زمین کی کشش پر قابو نہیں پایا جا سکتا — کیا کہتی ہے اب آپ کی سائنس یہاں پر؟"

پرنسپل نے شرمندگی کے ساتھ کہا:

"میں نے جو کچھ آج دیکھا ہے، میری زندگی کا یہ سب سے حیرت انگیز منظر تھا اور مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔"

اتنے میں اخباری نمائندے کالج کی گراؤنڈ میں بغیر اجازت گھس آئے، اور انہوں نے عنبر کو گھیر کر اس سے سوالات کرنے شروع کر دیے — عنبر نے بڑی مشکل سے وہاں سے اپنی جان بچائی اور کالج سے بھاگ کر اپنے ہوٹل میں آ گیا — اخبار والوں نے معلوم کر لیا تھا کہ وہ اشوکا ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے — دوسرے روز دلّی کے تمام اخباروں میں عنبر کی تصویریں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئیں — تصویروں میں وہ ہوا میں اُڑتا دکھایا گیا تھا۔ اخبار والوں نے عنبر کا ناک میں دم کر دیا — اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور لوگوں سے ملنے سے انکار کر دیا — مگر ہوٹل کے باہر ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔

تنگ آ کر عنبر نے رات کی تاریکی میں وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ اور نئی دلّی کے ایک ہوٹل میں آ کر ٹھہر گیا۔ وہ لوگوں سے بچ کر آ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ جلدی سے جلدی اس زمانے سے نکل کر سو سال پرانے زمانے میں داخل ہو جائے۔ مگر شاید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا۔

نئی دلّی کے ہوٹل میں آئے عنبر کو دوسرا روز جا رہا تھا۔ ابھی تک شہر میں کسی کو اُس کے نئے ٹھکانے کا پتا نہیں چلا تھا۔ عنبر اب سارا دن ہوٹل کے کمرے میں رہتا اور صرف شام کو سیر کرنے باہر جاتا۔ ایک روز وہ سیر کرنے کے بعد شام کے وقت واپس اپنے کمرے میں آیا تو اُس نے ایک لڑکی کو دروازے کے باہر سٹول پر بیٹھے پایا۔ عنبر نے اس لڑکی کو کالج میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ لڑکی نے اٹھتے ہوئے عنبر کو سلام کیا۔

لڑکی مسلمان تھی اور اس کے چہرے کی اداسی سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی ہے۔ عنبر نے پوچھا:

"کہو بہن، تمہیں کس سے ملنا ہے؟"

لڑکی نے بڑے ادب سے کہا:

"بھائی جان، میں آپ ہی سے ملنے آئی ہوں۔ میرا نام عائشہ ہے۔ میں سیکنڈ ایئر کی سٹوڈنٹ ہوں۔ بڑی مشکل سے آپ کا پتا ڈھونڈ کر یہاں پہنچی ہوں۔ آپ سے بے حد ضروری بات کرنی ہے۔"

عنبر کو اُس لڑکی سے ہمدردی سی پیدا ہوگئی۔ اُس نے

اُسے اپنے کمرے میں بلا لیا۔ لڑکی صوفے پر بیٹھ گئی۔ عنبر نے چائے منگوائی اور اس سے پوچھا کہ وہ کس سلسلے میں اس سے ملنے آئی ہے۔ لڑکی سر جھکا کر کچھ دیر قالین کو دیکھتی رہی۔ پھر ٹھنڈا سانس بھر کر عنبر کی طرف چہرہ اٹھا کر بولی:

"بھائی جان، ہم تین بہنیں ہیں۔ ہمارا باپ فوت ہو چکا ہے۔ ہماری ماں نے محلّے والوں کے کپڑے سی کر اور محنت مزدوری کر کے ہمیں پڑھایا لکھایا۔ ہمارا ایک بھائی ہے مگر وہ چھوٹا ہے۔ ہماری ماں ہمارے غم میں گھلی جا رہی ہے۔ میری دو بہنیں مجھ سے چھوٹی ہیں۔ اور پڑھائی چھوڑ بیٹھی ہیں کیونکہ ہماری آمدنی بہت تھوڑی ہے، صرف ہمت کر کے پڑھ رہی ہوں۔ میں آگے تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں، مگر ہمارے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ماں کپڑے سی کر سو پچاس کما لیتی ہے۔ میں بھی سینا پرونا کر کے ستر اسی روپے مہینے کے کما لیتی ہوں۔ مگر پڑھائی جاری نہیں رکھ سکتی۔ میرے حق میں دعا کریں کہ ہماری آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ بن جائے اور میں ایم۔ اے کر سکوں۔"

عائشہ کے حالات سُن کر عنبر کے دل کو بڑا دکھ ہوا۔ اُسے حوصلہ دیا اور کہا "پیاری بہن، مجھے اپنے گھر کا پتا دے جاؤ۔ میں کل اسی وقت تمہاری امّی سے ملنے آؤں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شعلے ہی شعلے

دوسرے روز عنبر شام کو عائشہ کے گھر پہنچ گیا۔

عائشہ کی امی کا گھر دلی شہر سے باہر تیمار پور بستی میں تھا۔ ایک تنگ سا کوارٹر تھا۔ غریب لوگ تھے۔ ماں بڑی نیک اور نماز روزے کی پابند عورت تھی۔ سخت تنگی میں دن گزار رہے تھے یہ لوگ۔

عنبر ان کے گھر کی حالت دیکھ کر بڑا متاثر ہوا۔ اس نے عائشہ کی ماں سے کہا کہ وہ ان کی مدد کرے گا۔ ہوٹل واپس آکر عنبر نے سونے کی ایک ڈلی لی اور صرافہ بازار جاکر دو لاکھ روپے میں فروخت کرکے بنک میں عائشہ کے نام ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ جمع کروا دیا۔ باقی بیس ہزار روپے عائشہ کی والدہ کے ہاتھ میں رکھ کر کہا:

"ماں جی، اسے قبول فرمائیں اور بچوں کی تعلیم پر خرچ کریں۔"

عائشہ، اس کی بہنیں اور ماں عنبر کی بے حد شکر گزار تھیں۔ وہ اتنی زیادہ مدد پر حیران رہ گئی تھیں۔

عنبر نے کہا:

"یہ روپے میرے اپنے تھے جو میں نے آپ کو دیے ہیں۔ آپ اس سے ایک چھوٹا سا مکان بھی خرید لیں اور بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں۔ تاکہ وہ دنیا میں اپنی جگہ پیدا کر سکیں۔ اور بڑھاپے میں آپ کا سہارا بنیں۔"

عنبر کو ان لوگوں کی مدد کرکے دلی خوشی ہوئی تھی۔ وہ ان سے اجازت لے کر واپس ہوٹل میں آگیا۔ اب اس کے پاس سونے کی صرف ایک ہی ڈلی رہ گئی تھی اور اگر کسی کو ضرورت ہوتی تو وہ یہ ڈلی بھی اسے دے دیتا۔ کیونکہ عنبر کا دل انسان کی ہمدردی سے بھرا ہوا تھا اور وہ کسی انسان کو دکھ اور تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اب وہ بڑی بے تابی سے پرانے زمانے میں داخل ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ دلی شہر اور ۱۹۸۰ء کے زمانے میں اب اس کا کوئی کام نہیں تھا۔ وہ جتنی جلدی ہو سکے اپنے واپسی کے سفر پر روانہ ہونا چاہتا تھا۔ لوگوں نے عنبر کے اس ہوٹل کا بھی پتا لگا لیا اور اس سے ملنے آنا شروع ہو گئے۔ اخباروں میں ابھی تک عنبر کے بارے میں مضمون چھپ رہے تھے۔

عنبر نے تنگ آکر وہ ہوٹل بھی چھوڑ دیا۔ اور ایک ایسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوٹل میں آ گیا جو معمولی سا تھا اور شہر سے باہر بستی تیس ہزاری کے قریب واقع تھا — اس کے اپنے پاس اب پیسے تھوڑے رہ گئے تھے اور وہ سوچنے لگا تھا کہ آخری سونے کی ڈلی میں سے تھوڑا سا سونا توڑ کر بیچ ڈالے، کیونکہ اسی طرح سے ہی وہ اپنے ہوٹل کے اخراجات پورے کر سکتا تھا۔

دن پر دن گزرتے جا رہے تھے اور ملکہ نفرتیتی کے احکام پورے نہیں ہو رہے تھے — وہ ہر روز صبح کو یہ خیال کر کے بستر سے اٹھتا کہ اب وہ غدر کے زمانے میں ہو گا اور دلی شہر پر آخری مغل بادشاہ کی حکومت ڈول رہی ہو گی۔ لیکن ہر روز اسے ناامیدی کا منہ دیکھنا پڑتا — اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اب دیر کس بات کی تھی اور وہ پرانے زمانے میں کیوں داخل نہیں ہو رہا۔

ایک دن عنبر دلی شہر کے فتح پوری کے علاقے سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک جانب سے دھوئیں کے بادل اٹھتے دیکھے۔ ایک آگ بجھانے والی موٹر بڑی تیزی سے شور مچاتی اس کے قریب سے گزر گئی۔ کسی جگہ آگ لگی تھی — عنبر نے سوچا، چل کر دیکھنا چاہیے کہ کس جگہ آگ لگی ہے — ایک بازار کا موڑ گھوم کر عنبر نے دیکھا کہ سامنے ایک چار منزلہ عمارت کی نچلی دونوں منزلوں میں آگ بھڑک رہی تھی — شعلے بڑے اونچے اونچے اٹھ رہے تھے۔

چیخ و پکار مچی تھی۔ آگ بجھانے والے آگ بجھانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے، مگر آگ ان کے قابو سے باہر ہو چکی تھی، شعلوں نے نچلی دونوں منزلوں کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اور اب اوپر والی منزلوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔

بدقسمتی سے چوتھی منزل میں ایک چھ سات سال کا لڑکا پھنس گیا تھا — اس کی ماں بازار میں کھڑی رو رو کر اپنے بچے کو آوازیں دے رہی تھی — لوگوں کو مدد کے لیے پکار رہی تھی — مگر کوئی بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھی منزل کو جانے والی سیڑھیوں میں آگ ہی آگ تھی — دائیں بائیں کوئی مکان بھی نہیں تھا کہ جس پر چڑھ کر بچے کو بچایا جاتا۔

فائر بریگیڈ والوں نے جال پھیلا رکھا تھا اور اوپر بچے کو بار بار کہہ رہے تھے کہ وہ نیچے جال میں چھلانگ لگا دے، مگر بچہ معصوم اور دہشت زدہ تھا — وہ روئے جا رہا تھا اور ماں کا کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔

بچہ چوتھی منزل سے چھلانگ لگاتے ہوئے ڈر رہا تھا، وہ گھبرایا ہوا چھت کی منڈیر پر روتا چلاتا ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ کسی کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ آگ کے سمندر میں سے گزر کر اس بچے کی جان بچاتا — عنبر سے یہ دل تڑپا دینے والا منظر نہ دیکھا گیا۔ اس نے بچے کی جان بچانے کا فیصلہ کیا اور لوگوں کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیکھتے دیکھتے پہلی منزل کی سیڑھیوں میں آگ کے شعلوں کے درمیان جا گھسا۔ لوگوں کے دل دہل گئے — انہیں یقین تھا کہ یہ نوجوان پہلی منزل تک بھی نہیں پہنچ سکے گا اور آگ اسے پہلی دو تین سیڑھیوں میں ہی جلا کر بھسم کر دے گی، مگر کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ نوجوان عام نوجوان نہیں ہے — وہ عنبر ہے، جسے موت نے کھلا چھوڑ دیا تھا اور وہ مر نہیں سکتا تھا۔ آگ اُس پر بے اثر تھی —

عنبر بھڑکتی آگ کے شعلوں میں سے بڑے آرام سے گزرتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل پر آ گیا — اس منزل پر سوائے آگ کے شعلوں کے اور کچھ نہیں تھا۔ تیسری منزل کی سیڑھیاں بھی آگ کے شعلوں کا غار بنی ہوئی تھیں — عنبر شعلوں کے غار میں سے گزرتا چوتھی منزل پر پہنچ گیا — نیچے کھڑے لوگ عنبر کی موت پر دکھ کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک نے کہا:

"بے چارہ انسانی ہمدردی کی خاطر آگ میں کود گیا — خدا اس کی روح کو بخش دے۔ وہ تو دوسری سیڑھی پر جل کر راکھ ہو گیا ہو گا۔"

بچہ چوتھی منزل کی منڈیر پر اسی طرح رو رہا تھا۔ ماں کے بین سنے نہ جاتے تھے۔ کلیجہ پھٹ رہا تھا۔ مگر سب مجبور تھے۔ کوئی بھی دکھیاری ماں کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ فائر بریگیڈ والے

سر توڑ کوشش کر رہے تھے کہ بچہ چوتھی منزل سے جال میں چھلانگ لگا دے — مگر بچہ تو بس روئے جا رہا تھا۔ آگ اب چوتھی منزل پر پہنچ رہی تھی اور شعلوں نے چوتھی منزل کی کھڑکیوں کے پھجے جلانے شروع کر دیے تھے۔

اچانک لوگوں کے سانس اوپر کے اوپر رہ گئے — ان کی آنکھیں دہشت سے کھل گئیں، کیونکہ وہ ایک ایسا منظر دیکھ رہے تھے جس پر کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا — انہوں نے آگ میں کود جانے والے نوجوان کو دیکھا کہ چوتھی منزل کی منڈیر کے ساتھ کھڑا ہے اور اس نے بچے کو گود میں اٹھایا ہوا ہے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ آگ کے شعلوں سے کیسے زندہ بچ گیا — یہ اللہ کی رحمت ہے۔"

اوپر سے عنبر نے فائر بریگیڈ والوں کو آواز دی کہ وہ جال کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں —

"میں بچے کو نیچے پھینک رہا ہوں۔"

فائر بریگیڈ والوں نے جال کو پوری طرح قابو میں کر لیا اور لڑکے کو پھینکنے کا اشارہ کیا — عنبر نے اللہ کا نام لے کر لڑکے کو نیچے پھینک دیا — ماں پک کر روتی پیٹتی جال کے پاس گئی — بچہ صحیح و سالم تھا۔ ماں نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو چھاتی سے لگا لیا اور دُور اپنے رشتہ داروں کے پاس چلی گئی۔ فائر بریگیڈ والوں نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اب عنبر کو آواز دی کہ وہ بھی نیچے جال میں چھلانگ لگا دے۔ کیونکہ آگ نے ساری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور وہ واپس نہ آ سکے گا۔

عنبر نے ادھر سے چلا کر کہا:

"آپ لوگ آگ بجھانے کی کوشش کریں — میں جدھر سے آیا ہوں ادھر سے ہی واپس جاؤں گا۔"

لوگ اور فائر بریگیڈ والے بھی حیران تھے کہ یہ انسان ہے یا کوئی بھوت ہے۔ عنبر اب اڑ کر نیچے نہیں اُترنا چاہتا تھا — وہ آگ کے شعلوں سے گزر کر اپنی اس طاقت کو بھی آزمانا چاہتا تھا۔ اپنا خطرناک واپسی کا سفر شروع کرنے سے پہلے وہ اپنی ساری خفیہ طاقتوں کا امتحان لے لینا چاہتا تھا — عنبر نے دیکھا کہ آگ چوتھی منزل کی سیڑھیوں میں بھی بھڑک رہی ہے — ایسا لگ رہا تھا کہ آگ کا ایک غار نیچے اُتر رہا ہے، ایک سُرنگ نیچے جا رہی ہے جس میں بڑے بڑے شعلے تنور کی آگ کی طرح دہک رہے تھے۔ گول گول چکر لگا کر سیڑھیوں کی دیواروں کو چاٹ رہے تھے — عنبر کو ذرا بھی خوف نہیں تھا، کیونکہ اسے پتا تھا کہ یہ آگ اُس کا ایک بال تک نہیں جلا سکتی —

اُس نے اللہ کا نام لیا اور آگ کے شعلوں میں داخل ہو کر سیڑھیاں اُترنا شروع کر دیں — اس کے اردگرد شعلے ہی شعلے

تھے۔ کانوں میں آگ کے شعلے شائیں شائیں کر رہے تھے۔ سیڑھیاں دہک رہی تھیں — سرخ روشنی سے آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ عنبر کو ذرا سی بھی گرمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بڑے آرام سے سیڑھیاں اُتر رہا تھا — سیڑھیاں سیمنٹ اور لوہے سے بنی تھیں — اور سرخ ہو رہی تھیں۔ آخر وہ آگ کے اس جہنم سے باہر نکل آیا —

پہلے تو لوگ اُسے زندہ سلامت آگ کے شعلوں میں سے نکلتا دیکھ کر ڈر کر پرے پرے ہٹ گئے — پھر انہوں نے جوش میں آ کر اللہ اکبر کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ فائر بریگیڈ والوں نے قریب آ کر عنبر کے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ وہ بالکل ٹھنڈے تھے۔ کہیں آگ کے جلنے کا ہلکا سا نشان بھی نہیں تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم کون ہو؟ تم انسان نہیں لگتے۔ اس آگ کے جہنم میں تو لوہا پگھل کر بھاپ بن جاتا ہے اور تمہارا ایک بال تک نہیں جلا۔"

عنبر نے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا — صرف اتنا پوچھا کہ بچہ محفوظ ہے کیا؟ بچے کی ماں نے عنبر کو بتانے سے لگا لیا۔

"خدا تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے بیٹا، تم نے میرے جگر کے ٹکڑے کو بچا لیا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ہنس دیا — ہمیشہ سلامت رہنے کی دُعا اسے عجیب سی لگی — کیونکہ پانچ ہزار سال سے تو پہلے ہی زندہ تھا اور ابھی اُسے اور پانچ ہزار سال زندہ رہنا تھا — پتا نہیں اللہ کو کیا منظور تھا — اس نے عورت کی گود سے بچے کو لے کر پیار کیا — لوگ عنبر کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے — کسی نے زور سے کہا :

" یہ ہوا میں اڑنے والا نوجوان ہے "

بس پھر کیا تھا۔ وہاں نعرے لگنا شروع ہو گئے — پولیس آگئی — پولیس کو امن و امان قائم رکھنے کے لیے ہلکا سا لاٹھی چارج بھی کرنا پڑا — لوگ آگ کو بھول کر عنبر کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ عنبر نے ایک پولیس انسپکٹر سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ بڑی مہربانی اسے وہاں سے نکال لیا جائے — انسپکٹر نے اُسے اپنی حفاظت میں لوگوں کے ہجوم میں سے نکال کر جیپ میں بٹھایا — اور اس علاقے سے لے کر فتح پوری کے تھانے میں آگیا۔ عنبر نے انسپکٹر کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ اس کے خلاف اگر کوئی مقدمہ درج نہ ہو تو کیا وہ جا سکتا ہے ؟

انسپکٹر نے سر کھجاتے ہوئے کہا :

" مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے مسٹر، کہ آپ کے کمرے سے سمگل شدہ سونے کی ایک ڈلی برآمد ہوئی ہے۔ ہم آپ کی

تلاش میں ہی تھے "

عنبر پولیس انسپکٹر کا منہ دیکھتا رہ گیا — یہ ایک سکھ تھا اور جب اُسے معلوم ہوا کہ عنبر مسلمان ہے تو غضب ناک سا ہو کر بولا :

" مسٹر عنبر، تمہیں سونا سمگل کرنے کے جُرم میں گرفتار کیا جاتا ہے "

اور اُس کے حکم سے اُسی وقت عنبر کو حوالات میں بند کر دیا گیا — عنبر ویسے تو ایک لمحے کے لیے بھی پریشان نہیں تھا — کیونکہ سکھ انسپکٹر اُس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا — پریشانی صرف اس بات کی تھی کہ جو کیسٹ پلیئر اور پستول وغیرہ عنبر اپنے ساتھ تاریخ کے پرانے زمانے میں لے جانا چاہتا تھا، وہ اس کے ہوٹل کے کمرے میں ہی پڑے رہ گئے تھے — اگر اس وقت اچانک دنیا بدل جائے اور عنبر پُرانے زمانے میں داخل ہو جائے تو اُسے پستول، کیسٹ پلیئر اور لائیٹر ایسی چیزوں کے بغیر ہی سفر شروع کرنا ہو گا — جو وہ نہیں چاہتا تھا۔ عنبر نے سکھ انسپکٹر سے پوچھا کہ ہوٹل میں اس کا جو تھوڑا بہت سامان تھا، وہ کہاں ہے ؟

سکھ انسپکٹر نے نفرت سے کہا :

" اسے ہم نے اپنے قبضے میں کر لیا "

" مگر وہ تو میرا اپنا خریدا ہوا تھا "

" سمگل شدہ سونا بھی تو تم نے ہی خریدا تھا "

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں نے سونا سمگل نہیں کیا۔"

"شٹ اپ — اس کا فیصلہ عدالت کرے گی — سونا مصر سے سمگل کیا گیا ہے — یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ اب تمہیں پانچ سال قید ہوگی۔"

عنبر نے غصے میں آکر سکھ کو جواب دیا:

"مجھے تمہارا باپ بھی قید نہیں کر سکتا۔"

سکھ انسپکٹر سخت غضب ناک ہو کر اٹھا اور اس نے زور سے اپنا بید عنبر کی گردن پر مارا — عنبر کی گردن کو تو پتا بھی نہ چلا، مگر سکھ کا بید ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا — ایسا آج تک نہیں ہوا تھا کہ بید ٹوٹ جاتے۔ بید لچک سکتا ہے مگر ٹوٹتا کبھی نہیں —

سکھ انسپکٹر نے عنبر پر ایک نفرت بھری نظر ڈالی اور اس کی گردن پر زور سے مکا رسید کیا — سکھ انسپکٹر کو یوں محسوس ہوا کہ اس نے کسی سخت چٹان پر مکا مار دیا ہے۔ سکھ انسپکٹر بڑا پریشان ہوا مگر اس کی موٹی عقل کچھ سمجھ نہ سکی اور وہ بڑبڑاتا ہوا حوالات سے باہر نکل گیا — اس نے حکم دیا کہ ملزم کا پہرہ سخت کر دیا جائے — اسی وقت حوالات کے باہر دو سکھ سپاہی رائفلیں لے کر کھڑے ہو گئے۔

عنبر ہنس دیا — بھلا یہ لوگ اس کا کیا بگاڑ سکتے تھے لیکن

اس کی قیمتی چیزیں اُسے ضرور واپس ملنی چاہیے تھیں۔ اگر یہ لوگ اس کی چیزیں تھانے میں لے آئے ہیں تو وہ وہاں سے کس طرح نکالے؟ سونے کی ڈلی بھی عنبر کو چاہیے تھی — کیونکہ وہ خالی ہاتھ واپسی کا سفر شروع نہیں کر سکتا تھا۔

ساری رات عنبر نے حوالات میں گزار دی — دوسرے روز اسے عدالت میں لے جایا گیا۔ جہاں جج نے اسے ایک سال کی قید بامشقت سُنا دی۔ عنبر نے اپنی چیزوں کے بارے میں پوچھا تو جج نے کہا:

"تمہاری چیزیں تمہیں واپس مل جائیں گی۔"

پھر عدالت نے پولیس کو حکم دیا کہ مجرم کی اشیا اُس کے حوالے کی جائیں۔ عنبر کا پاسپورٹ ضبط کر لیا گیا۔ اس سزا کے خلاف مصر کے سفارت خانے نے اپیل دائر کر دی۔ اپیل کا فیصلہ عنبر کے حق میں ہو گیا اور اُسے بری کر دیا گیا، لیکن اس کی سونے کی ڈلی عنبر کو واپس نہ کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی سکھ انسپکٹر نے عنبر کا کیسٹ پلیئر، کیسٹ کے ٹیپ اور کیلکولیٹر تو واپس کر دیا مگر پستول اور گولیاں واپس نہ کیں — دوسری طرف مصر کے سفیر نے عنبر کو اپنے سفارت خانے میں بلا کر حکم دیا کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر دلی سے نکل جائے اور واپس قاہرہ چلا جائے — عنبر بھلا کیسے قاہرہ واپس چلا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاتا۔ ملکہ مصر نے تو اسے دلی آنے کا حکم دیا تھا اور صرف اسی شہر سے عنبر کا واپسی کا سفر شروع ہونے والا تھا۔ اگر وہ قاہرہ چلا جائے تو پھر ساری زندگی واپس اپنے وطن اور پانچ ہزار سال پیچھے اپنے اصل گھر نہیں پہنچ سکتا۔

عنبر نے تین فیصلے اسی وقت اپنے دل میں کر لیے۔

پہلا فیصلہ یہ تھا کہ وہ واپس نہیں جائے گا اور دلی میں ہی روپوش ہو جائے گا۔

دوسرا یہ کہ اس سکھ انسپکٹر سے جا کر اپنا پستول اور گولیاں واپس لے گا۔

تیسرا فیصلہ یہ تھا کہ وہ اپنی سونے کی ڈلی حاصل کرے گا جو سرکاری دفتر میں جمع کرا دی گئی تھی۔ اس نے مصری سیفر سے کہا:

"میں واپس نہیں جا سکتا۔ میرا دلی میں رہنا بہت ضروری ہے۔"

مصری سیفر نے قدرے سخت لہجے میں کہا:

"کبھی تم ہوا میں اڑتے ہو، کبھی آگ میں گزر جاتے ہو۔ تم نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ مجھے تم کوئی جادوگر لگتے ہو۔ اب سونا سمگل کر کے تم نے ہمارے ملک کو بدنام کر دیا ہے۔ تمہیں ہر حالت میں یہاں سے نکل جانا ہو گا۔"

عنبر نے کہا کہ وہ دلی سے واپس نہیں جائے گا۔

اس پر مصری سیفر نے عنبر کا پاسپورٹ دکھا کر کہا کہ اس کا پاسپورٹ سفارت خانے کے پاس ہے اور وہ کسی دوسری جگہ نہیں جا سکتا۔ عنبر کو سفارت خانے میں نگرانی میں رکھ لیا گیا اور اگلے روز کی فلائٹ میں قاہرہ کے لیے اس کی سیٹ بک کرا دی۔ عنبر کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

عنبر نے یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ اب اسے وہاں سے فرار ہو جانا چاہیے، کیونکہ یہ نامعقول سیفر اپنی ضد پر قائم ہے اور اسے سخت نقصان پہنچانے کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔ عنبر نے کمرے کا جائزہ لیا۔

وہاں صرف ایک روشندان تھا۔ اس میں سے عنبر باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ اس کا کیسٹ پلیئر اور ریکارڈر اور لائیٹر اور کیلکولیٹر اسے دے دیا گیا تھا۔ اب اسے صرف پستول اور سونا باہر نکال کر دوبارہ حاصل کرنا تھا۔ عنبر رات کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے رات کا کھانا کھایا تو سیفر اندر آیا۔

سیفر نے عنبر سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور قاہرہ میں کیا کرتا تھا؟

عنبر نے مسکرا کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو میں آج سے پانچ ہزار سال پہلے دریائے نیل کے کنارے ایک مصری سرجن کے گھر پیدا ہوا اور میری پرورش فرعون کے محل میں ہوئی۔"

سفیر نے اپنا سر پکڑ لیا۔ کس پاگل سے پالا پڑ گیا ہے۔ اس نے دل میں سوچا، وہ اٹھا اور سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے اپنے عملے کو حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو سکے، اس پاگل نوجوان کو جہاز میں سوار کرا کر واپس قاہرہ روانہ کر دیا جائے۔

ہوائی جہاز دوسرے روز صبح صبح جاتا تھا۔ عنبر سفارت خانے کے کمرے میں بیٹھا غور کر رہا تھا کہ وہ کس ترکیب سے باہر نکلے۔ وہ طاقت استعمال کر کے وہاں سے بڑی آسانی سے فرار ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ ایسا کر کے مصری حکومت کو بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس طریقے سے فرار ہونا چاہتا تھا کہ بات صرف سفارت خانے کے اندر ہی رہے اور دبا دی جائے۔ اس نے ایک بار پھر روشندان کی طرف دیکھا۔ روشن دان کی اگر سلاخ توڑ دی جائے تو وہ اس میں سے باہر نکل سکتا تھا۔

عنبر پلنگ پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی ساری چیزیں اپنے ساتھ لیں اور تعویذ پر ہاتھ رکھ کر ملکہ نفریتی کو یاد کیا، وہ کمرے کے فرش سے اوپر اٹھنے لگا۔ اوپر اٹھتے

اٹھتے وہ روشندان کے پاس پہنچ گیا۔ قریب جا کر اس نے ہاتھ کے ایک ہی جھٹکے سے روشن دان کی سلاخ اکھیڑ ڈالی۔ اب روشندان میں سے وہ جھک کر نکل سکتا تھا۔ چنانچہ وہ بڑے آرام سے دوہرا ہوا اور روشندان میں سے نکل کر باہر چھت پر آ گیا۔ جس کمرے میں وہ زیرِ حراست تھا، وہ سفارت خانے کی آخری یعنی چوتھی منزل پر تھا۔ یہ اسے چھت پر آنے کے بعد معلوم ہوا۔ اس نے دیکھا کہ دلی کے آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ نیچے سڑک پر روشنیاں تھیں اور کاریں آ جا رہی تھیں۔ بلڈنگ کافی اونچی تھی۔

لیکن عنبر کے لیے اونچائی کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

عنبر نے تعویذ پر ہاتھ رکھ کر ملکہ نفریتی کو یاد کیا اور چھت کی منڈیر پر کھڑے ہو کر نیچے چھلانگ لگا دی۔ وہ بڑے آرام کے ساتھ نیچے آنا شروع ہو گیا، جیسے کوئی چڑیا کا پر نیچے آتا ہے۔ عنبر عمارت کی پچھلی طرف ایک تنگ بازار میں اتر رہا تھا کہ اچانک ایک گارڈ کی نظر پڑ گئی۔ پہلے تو گارڈ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ پھر جب عنبر بازار کی سڑک پر اتر آیا تو اس نے شور مچا دیا۔ سفارت خانے کا گارڈ کا عملہ باہر آ گیا مگر عنبر اس دوران میں بڑی سڑک پر آ کر ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔ ٹیکسی عنبر کو لے کر دلی کے باہر تیس ہزاری کے علاقے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں آ گئی۔

عنبر یہاں عارضی طور پر عائشہ بہن کے گھر پناہ لینا چاہتا تھا۔ کوارٹر سے کچھ دُور ہی عنبر نے ٹیکسی چھوڑ دی اور عائشہ کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اتنی رات گئے عنبر بھائی کو گھر کے باہر دیکھ کر عائشہ اور اس کی امّی بڑی حیران ہوئیں۔ عنبر نے بتایا کہ وہ ہوٹل سے آ گیا ہے اور اسے کچھ روز وہاں ٹھہرنا ہو گا۔

عائشہ کی ماں نے کہا:

"بیٹا عنبر، یہ تمہارا اپنا گھر ہے، چاہے ساری عمر یہاں رہو۔ ہمیں تو بے حد خوشی ہو گی۔"

کوارٹر کی چھت پر بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو سڑک پر سے نظر نہیں آتا تھا۔ عنبر نے اس کمرے میں بستر لگا لیا اور اپنا کیسٹ پلیئر وغیرہ اسی جگہ رکھ لیے اور سو گیا۔

دوسرے روز اس نے سب کے ساتھ مل کر ناشتا کیا اور کہا کہ وہ ایک ضروری کام سے جا رہا ہے اور کوارٹر سے نکل کر فتح پوری کی طرف آ گیا۔ اس نے ایک دکان میں جا کر دوسرا لباس خریدا۔ اور وہیں تبدیل کر لیا۔ اب وہ سوٹ میں نہیں بلکہ شلوار قمیص میں تھا اور سر پر اُس نے جناح کیپ رکھی ہوئی تھی۔ وہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔

فتح پوری کے تھانے میں جا کر اس نے پنجابی زبان میں سکھ انسپکٹر کا پوچھا۔ چپراسی نے بتایا کہ وہ دس بجے گھر سے آئے گا۔ عنبر نے اس کے گھر کا پتا لیا اور چل پڑا۔

سکھ انسپکٹر موتی نگر میں رہتا تھا۔ یہ دلی کی ایک نئی بستی تھی جو پاکستان بننے کے بعد بنی تھی۔ یہاں سکھ انسپکٹر کا گھر تھا۔ جس کے دروازے پر سکھ انسپکٹر کے نام کی تختی گورمکھی زبان میں لکھی ہوئی تھی۔

عنبر نے دروازے دستک دی۔

نوکر نے باہر آ کر پوچھا کہ کس سے ملنا ہے۔

عنبر نے انسپکٹر کا نام لیا تو نوکر نے اندر بُلا لیا۔ عنبر کو ایک چھوٹے سے گندے مندے کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سکھ انسپکٹر وردی پہنتے ہوئے آیا۔ اور عنبر کو دیکھ کر غصے میں بولا:

"تمہیں کس نے اندر آنے دیا؟"

عنبر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"میں اپنا پستول اور گولیاں لینے آیا ہوں۔ یہ میری امانت ہے اور میں بے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

سکھ انسپکٹر نے آگے بڑھ کر پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر گھونسہ مارا۔ اس کا خیال تھا کہ عنبر کی گردن ٹوٹ جائے گی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگر الٹا سکھ انسپکٹر ہاتھ پکڑ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اور درد سے دہرا ہوگیا۔ کیونکہ اُس کے ہاتھ پر بہت زیادہ چوٹ آئی تھی: گویا اُس نے کسی پتھر کی سخت چٹان کے ساتھ اپنا ہاتھ ٹکرا دیا تھا۔

عنبر سکھ کے سر کے اوپر جا کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے سکھ کی گردن کو اپنے سخت ہاتھوں کی گرفت میں لے کر پنجابی زبان میں کہا:

"میں تیری گردن بھن دیواں گا اوئے۔ چھیتی کڈ میری امانت۔"

سکھ کو ایسا محسوس ہوا کہ اُس کی گردن کسی لوہے کی مشین کے اندر پھنس گئی ہے۔ اس نے ہاتھ ہلا کر کہا:

"ابھی لاتا ہوں، میری گردن چھوڑ دو۔"

عنبر نے گردن چھوڑ دی۔ سکھ سہما سہما سا اندر گیا اور پستول اور گولیوں کا بکس لا کر عنبر کے حوالے کر دیا۔ عنبر نے پوچھا کہ اس کا سونا کونسے دفتر میں ہے؟

سکھ انسپکٹر نے بتایا کہ سونے کی ڈلی محکمہ ایکسائز کے دفتر میں ہے۔ جو نئی دلی کے پہلے چوک میں بائیں جانب والی عمارت میں ہے۔

عنبر نے پستول قمیص کے اندر لگایا۔ گولیاں تھیلے میں رکھیں۔ اور سکھ کے کوارٹر سے باہر آگیا۔ وہ سیدھا ٹیکسی میں بیٹھ کر عائشہ کے گھر آگیا۔ اپنے کمرے میں اس نے ان چیزوں کو رکھا اور

اب سونے کی تلاش میں روانہ ہوگیا۔

نئی دلی کے پہلے چوک میں بائیں جانب ایک سات آٹھ منزلہ بڑی شاندار عمارت تھی، جس میں ایکسائز والوں کا دفتر تھا۔ یہاں پہنچ کر عنبر کو پتا چلا کہ محکمے نے سمگلروں سے جو سامان سونے اور جواہرات کی شکل میں حاصل کیا تھا، وہ تو صبح نو بجے والی گاڑی سے بمبئی کی طرف بڑے دفتروں کو روانہ کر دیا گیا ہے۔

عنبر نے سر پکڑ لیا۔ اصل میں وہ دلی کے جس بنک سے چاہتا سونا لوٹ مار کر سکتا تھا اور اسے نہ تو کوئی مار سکتا تھا نہ پکڑ سکتا تھا۔ وہ بڑے آرام سے اُڑ کر دلی سے دو سو میل کے فاصلے پر اُتر سکتا تھا۔ لیکن عنبر غیر قانونی اور ناجائز کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے قانون کی طرف سے دی گئی سزا قبول کر لی تھی، اگرچہ وہ سزا بھی ناجائز تھی۔ عنبر صرف اپنی امانت واپس لینا چاہتا تھا۔ مگر یہاں معاملہ الٹ ہوگیا تھا۔ اس کی امانت یعنی سونے کی ڈلی سرکاری خزانے کے ساتھ بمبئی ایکسپریس میں دلی سے بمبئی جا رہی تھی۔

اس وقت گیارہ بجے تھے اور ٹرین دلی سے سو ڈیڑھ سو میل آگے نکل چکی تھی۔ اب کیا کیا جائے؟ عنبر یہی سوچتا ہوا عمارت سے باہر آگیا۔ سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ٹرین کا پیچھا کرے۔ اور جس ڈبے میں اس کی امانت ہے وہاں سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ عنبر سیدھا عائشہ کے گھر آ گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جس وقت چاہے بمبئی ایکسپریس کو راستے میں پکڑ سکتا ہے — یہ کام وہ سورج غروب ہونے کے بعد کرنا چاہتا تھا۔

اس نے عائشہ کے گھر والوں کو اپنے پروگرام کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ جب شام ہوئی تو عنبر نے چمڑے کی جیکٹ اور جیز اور پاؤں میں فل بوٹ پہنے — پستول وغیرہ گھر پر ہی رہنے دیا — اپنے پاس ایک چاقو تک نہ رکھا اور بمبئی ایکسپریس کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ تیس ہزاری سے وہ نئی دلی کے ریلوے سٹیشن پر آ گیا — وہ بمبئی کو جاتی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چل کر بمبئی ایکسپریس کو پکڑنا چاہتا تھا۔ اور کوئی طریقہ بھی نہیں تھا۔ اور عنبر اس کے علاوہ کسی راستے سے واقف بھی نہیں تھا۔ نئی دلی ریلوے اسٹیشن جگ مگ جگ مگ کر رہا تھا — اگرچہ ابھی رات نہیں ہوئی تھی اور آسمان پر سورج کی روشنی باقی تھی —

عنبر نے پلیٹ فارم کے ایک سٹال پر ریلوے ٹائم ٹیبل سے اندازہ لگایا کہ ٹرین کو گئے آٹھ گھنٹے ہو چکے تھے اور وہ اس وقت جھانسی کے آس پاس کہیں ہو گی۔ عنبر نے ایک چھوٹے سائز کا ٹائم ٹیبل خرید کر اپنی پاکٹ میں رکھ لیا — انکوائری آفس سے کچھ ضروری معلومات حاصل کیں اور اس ریلوے لائن کے بارے میں معلوم کیا جو ٹرین کو لے کر بمبئی کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

عنبر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف چلنے لگا۔ وہ شہر سے کافی دُور جا کر ہوا میں اُڑنا چاہتا تھا۔ پھر وہ رک گیا۔ کیونکہ نئی دلی کا شہر بہت دُور تک آباد تھا — وہ واپس ریلوے سٹیشن پر آ گیا اور آگرہ کو جانے والی ایک ٹرین میں سوار ہو کر آگے کی طرف روانہ ہو گیا — حضرت نظام الدین کے سٹیشن پر گاڑی رکی تو عنبر وہاں اتر گیا —

سب سے پہلے وہ حضرت نظام الدین اولیا کے مزار پر حاضر ہوا نذر چڑھائی — فاتحہ پڑھ کر اپنے اور ہندوستان کے سارے مسلمانوں کی خوش حالی کے لیے دعا مانگی اور واپس ریلوے لائن پر آ گیا۔ اب رات ہو گئی تھی — آسمان ستاروں سے بھر گیا تھا۔ عنبر ریلوے لائن کے ساتھ کھڑا تھا — ریلوے لائن دُور تک جا رہی تھی اور پھر رات کے اندھیرے میں گم ہو گئی تھی۔ دُور ایک ریلوے سگنل کی سرخ بتیاں اندھیرے میں روشن تھیں۔ عنبر نے تعویذ پر ہاتھ رکھا۔ اُسے کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا — خدا کا نام لیا اور زمین سے اُوپر اُٹھ کر بمبئی ایکسپریس کے تعاقب میں ریلوے لائن کے اُوپر اُڑنا شروع کر دیا —

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

موت کے تعاقب کی واپسی

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ایک جھلک

- لاش سے ملاقات — اے حمید — ۵/- روپے
- جہاز ڈوب گیا — اے حمید — ۵/- روپے
- سمندر کی چڑیل — اے حمید — ۵/- روپے
- پُراسرار غار کی مورتی — اے حمید — ۵/- روپے
- ناگ لندن میں — اے حمید — ۵/- روپے
- تابوت میں سانپ — اے حمید — ۵/- روپے

اپنے قریبی بک سٹال سے خریدیئے یا براہ راست
ہم سے منگوایئے!

نیا مکتبہ اقراء ۔ ۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk